حالم
قسط 16
دوری نگارہ ملایو
The Thorn of Malaya
(ملایا کا کانٹا)

نمرہ احمد

حالم (نمرہ احمد)

سولہواں باب:

”دوری نگارہ ملایو“

(ملایا کا کانٹا)

اس نے خواب میں دیکھا.....

ایک گھنا جنگل اس کے آس پاس تھا۔

اونچے درخت.....کیچڑ آلود زمین......

اور وہ تینوں اس پہ چلتے جا رہے تھے......

وہ آگے تھا اور دو لوگ عقب میں آتے محسوس ہو رہے تھے۔

حبس، گرمی، پسینہ.....ہر احساس شدید تھا۔

خواب میں بھی وہ جانتا تھا کہ یہ خواب نہیں تھا۔

دفعتاً وہ رکا اور جھک کے گیلی سرخ مٹی ہتھیلی پہ اٹھائی۔

پھر اسے چہرے اور بازوؤں پہ ملتے ہوئے سیدھا ہوا تو دیکھا.....

عقب میں آتی لڑکی قریب آ چکی تھی۔ اس کی قمیص جگہ جگہ سے میلی تھی اور سنہرے گیلے بال گول مول جوڑے میں بندھے تھے۔ منہ پہ لگی سرخ مٹی سوکھ چکی تھی۔ اور وہ منہ بنا کے کہہ رہی تھی۔

”کیا بار بار اس مٹی کو خود پہ ملنا ضروری ہے، تو انکو؟“

اس نے مدھم مسکراہٹ کے ساتھ اس لڑکی کو دیکھا۔ "جو ہمیں آتا ہے وہ ہمیشہ ہماری جان بچائے گا۔"
وہ ہونہہ کر کے مٹی اٹھانے جھکی تو اس کے عقب میں کھڑا نوجوان نظر آیا جو ایک درخت سے پتے توڑ توڑ کے اپنے تھیلے میں بھر رہا تھا۔

ایک جھٹکے سے وان فاتح کی آنکھ کھلی۔

چند لمحے وہ چت لیٹا رہا پھر سائیڈ لیمپ جلایا۔ اندھیر کمرے میں زرد روشنی پھیل گئی۔

ساتھ سوئی عصرہ ذرا سی کسمسائی مگر جاگی نہیں۔

فاتح نے وقت دیکھا۔ صبح کے چار بج رہے تھے۔ وہ اپنے ٹھنڈے اے سی والے کمرے میں موجود تھا اور (اس نے ماتھے کو چھوا) وہاں نہ گرمی تھی نہ پسینہ۔ پھر یہ خواب اتنا حقیقی کیوں تھا؟

ان خوابوں سے وہ اب تھکنے لگا تھا۔

یہ جنگل اسے بار بار نظر آتا تھا۔ خواب کی جزئیات اور تفصیلات اتنی گہری ہوتیں کہ وہ خواب' خواب نہیں لگتا تھا۔ گرمی اور حبس۔ جسم پہ بہتا پسینہ' ہر احساس شدید تھا۔ اسے درختوں کے پتوں کی اشکال اور ان پہ لگی لکیریں بھی یاد تھیں۔ انسانی ذہن خواب بُن سکتا ہے لیکن اتنی باریک بینی سے ماحول بھی بُن سکتا ہے کیا؟ یہ خواب نہیں تھے۔ یہ یادوں کی طرح تھے۔ لیکن وہ کبھی کسی جنگل میں کیچڑ آلود الجھے بالوں والی تالیہ کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ تو کیا یہ خواب اس بات کی علامت تھا کہ وہ اور تالیہ ایک نہ ختم ہونے والے جنگل میں سفر کر رہے تھے؟

اور اس کے ساتھ ہی اسے تالیہ یاد آئی۔

فاتح نے اپنے خاموش اندھیر کمرے کو دیکھا۔ یہی خاموشی اب اس کے نئے آفس کا بھی حصہ بن کے رہ گئی تھی۔ ایک ہفتے سے وہ چھٹی پہ تھی اور امید تھی کہ آجائے گی اس لئے فاتح کو اس کا خیال تک نہیں آیا تھا لیکن کل دوپہر جب وہ اس کی میز کی اشیاء گرا کے اس پہ چیخ چلا کے چلی گئی تھی..... تب سے وہ اس کے

دماغ سے ایک لمحے کے لئے بھی محو نہیں ہوئی تھی۔

دوپہر سے رات تک وہ اس پہ غصہ تھا۔ شدید غصہ۔ اس نے ایک سیاسی فیصلہ کیا تھا اور بحالتِ مجبوری کیا تھا' مگر وہ اس کے ساتھ اتنی بدتمیزی سے بات کرے گی' اس طرح مشتعل ہو کے استعفیٰ دے جائے گی' وان فاتح کو رات تک اس بات پہ شدید غصہ رہا تھا۔

اور اب صبح اٹھتے ہی وہ غصہ افسوس میں بدل گیا تھا۔

گہرے ملال اور غم میں۔

اپنے فیصلے پہ نہیں' کہ سیاست میں ہاتھ گندے کرنے پڑتے تھے۔

صرف اس بات پہ کہ....تالیہ اب نہیں تھی۔

وہ اٹھا اور اپنی الماری تک آیا۔ جاگنگ کے لئے کپڑے نکالے تو وہ یاد آئی۔ کس طرح وہ صبح ہی صبح اس کی جاگنگ سے واپسی کے انتظار میں پورچ میں کھڑی ہوتی تھی۔

آفس کے لئے استری شدہ کوٹ کو دیکھا تو اس پہ فلیگ پن نہیں تھی۔ ملائیشیاء کے جھنڈے والی ننھی سی پن وہ ہمیشہ اس کے کوٹ پہ لگا دیتی تھی اور اگر وہ کہیں گر جائے تو تالیہ کے سیاہ بیگ سے ایک اور پن نکل آتی تھی۔ اس کی سیاہ زنبیل سے ضرورت کی ہر شے نکل آتی تھی۔ صرف فاتح کی ضرورت کی۔ خود اپنے لئے وہ شاید ہی کچھ رکھتی ہو۔ ایک دفعہ کیمپین کے دوران اس نے یہی سوال تالیہ سے اس وقت پوچھا جب اس نے فاتح کو فوراً سے انرجی ڈرنک نکال کے دی۔

"لڑکی تم اپنے لئے بھی کچھ رکھتی ہو یا نہیں؟"

سنہرے جوڑے والی اس کی چیف آف اسٹاف بے نیازی سے مسکرائی تھی۔ "تالیہ مراد ہر طرح کے حالات میں گزارا کر سکتی ہے۔ اسے ان ڈرنکس اور انرجی بارز کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

"یا شاید تم کسی ڈائیٹ پہ ہو۔" اس نے بوتل کا ڈھکنا کھولتے ہوئے اس پہ چوٹ کی۔

''اونہوں۔ میں نے ایک دفعہ چار دن ایک رین فاریسٹ میں گزارے تھے اور میں ساتھ کھانے پینے کا کوئی سامان لے کر نہیں گئی تھی۔''

''تو تم نے وہاں کیا کھایا پیا؟''

''گراس ہوپرز کھائے اور غصہ پیا۔''

''اوہ۔ تم یہ کہہ رہی ہو کہ تمہیں کیڑے مکوڑے کھانے آتے ہیں؟''

''جو ہمیں کرنا آتا ہے ناسر' وہ ہماری جان ہمیشہ بچاتا ہے۔'' وہ کہہ کے اپنی فائل اٹھاتی آگے بڑھ گئی تھی۔

کوٹ کی فلیک پن پہ انگلی پھیرتے ہوئے وہ چونکا۔ کیا یہ اس کی کہی باتیں تھیں جو فاتح کے دماغ میں کہیں محفوظ ہو گئی تھیں اور اس کا ذہن ان کو الٹا پلٹا کے خوابوں کی صورت اسے دکھا رہا تھا؟

اس نے سر جھٹکا اور ٹریک سوٹ نکال کے الماری بند کی۔

آج سے تالیہ مراد کو miss کرنے کا دور شروع ہونا تھا اور فاتح بن رامزل اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ آریانہ کے علاوہ اسے کسی کو مس کرنا نہیں آتا تھا۔ وہ سیلبریٹی تھا' وہ ناراض ہوتا تھا۔ اسے ناراض لوگوں کو منانا نہیں آتا تھا۔ اسے لوگوں کے پیچھے جانا نہیں آتا تھا اور جو انسان کو کرنا نہیں آتا وہ اس کی جان تک لے سکتا ہے۔

☆☆==========☆☆

صبح حالم کے لان پہ طلوع ہوئی تو گھاس کے تنکوں نے دھوپ کی توقع میں انگڑائی لینی چاہی مگر آسمان کو بادلوں سے ڈھکا پایا تو شبنم کے بوجھ تلے کندھے ڈھلکا دیے۔

کچن کی گول میز پہ داتن ناشتہ چنتی نظر آ رہی تھی۔ ایڈم گال تلے ہتھیلی رکھے خاموش بیٹھا تھا۔ وہ رات گیسٹ روم میں ٹھہر گیا تھا۔ تالیہ پورا دن رابطہ نہ کرنے کے بعد رات دیر سے گھر آئی تھی اور کسی سے

بات کیے بغیر اوپر چلی گئی تھی۔ وہ جب تک اس سے کچھ کہہ سن نہ لیتا' اسے سکون نہ آتا۔ اسی لئے گھر واپس نہیں گیا تھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری جب وہ سیڑھیاں اترتی دکھائی دی۔ اس کو دیکھ کے وہ چونک کے سیدھا ہوا۔ داتن نے بھی میز پہ برتن رکھتے غور سے اسے دیکھا۔

عام دنوں کے برعکس وہ آج مختلف طریقے سے تیار ہوئی تھی۔ اس نے سفید ٹراؤزر پہ اے لائن سبز برساتی نما کوٹ پہن رکھا تھا جس کی ہڈ پیچھے کو گری تھی۔ کمر کے گرد بیلٹ تھی اور وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے ان کے قریب چلتی آ رہی تھی۔ سنہرے بال اب سیاہ اور چھوٹے ہو چکے تھے تھے۔ اتنے چھوٹے کہ گردن کی ہڈی کو بمشکل چھوتے تھے۔ چہرہ سنجیدہ تھا۔ باب کٹ چھوٹے بالوں اور ہیئر بینڈ کی وجہ سے وہ ایک دم کم عمر نظر آنے لگی تھی۔

داتن نے سر سے پیر تک اسے دیکھا۔ وہ اب کرسی کھینچ کے بیٹھ رہی تھی۔

"کوئی نیا Con؟ کوئی نیا کردار؟" اس کے حلیے پہ سوال اٹھایا تو تالیہ نے سپاٹ سی آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا۔

"ہاں۔ وہی جو میرا اصل ہے۔" اور چہرہ جھکا کے دلیے کا پیالہ اپنے قریب کیا۔

"یعنی اب تم تالیہ مراد بن چکی ہو۔" داتن نے گہری سانس لی۔

"نہیں داتن۔ یہ اس وقت تالیہ مراد نہیں ہیں۔" وہ غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "یہ تالیہ مراد اس روز بنی تھیں جب بیسمنٹ میں ہم دونوں کو بٹھا کے انہوں نے اپنا کردار لکھوایا تھا۔ وہ باس لیڈی تالیہ مراد جس نے وان فاتح کے پاس جاب کے لئے جانا تھا۔ جو سب کچھ کر سکتی تھی۔"

تالیہ خاموشی سے چمچ بھر بھر کے دلیہ کھانے لگی۔ داتن نے حیرانی سے ایڈم کو دیکھا۔

"اگر تالیہ ابھی تالیہ مراد نہیں ہے تو کیا ہے؟"

''حالم؟'' اس نے مسکرا کے اس کے حلیے کی طرف اشارہ کیا۔ دلیے کا چمچ منہ میں رکھتے ہوئے تالیہ بھی مدھم سا مسکرائی۔ داتن نے چونک کے دوبارہ اس کا ہڈ والا کوٹ دیکھا۔ نظر کا انداز بدلا تو وہ ایک دم اسے پرائیوٹ انویسٹی گیٹر لگنے لگی۔

''تو اب تم حالم ہو۔ اس تبدیلی کی وجہ؟''

تالیہ نے شانے اچکائے۔ وہ بالکل نارمل لگ رہی تھی۔

''کل جب میں کے ایل کی سڑکوں پہ بے مقصد پھر رہی تھی تو میں نے ایک سوپ کارٹ والے کو دیکھا۔ میں اس کے قریب گئی تو مجھے کچھ نظر آیا۔'' وہ چمچ دلیے میں چلاتی دور خلا میں دیکھ کے کہنے لگی۔ انداز دوستانہ تھا ورنہ ایڈم کو ڈر تھا کہ اب کتنے ہی دن وہ بات نہیں کرے گی یا اگر بولی تو روکھا پھیکا گم صم انداز ہوگا مگر وہ صاف گوئی سے اپنے دو بہترین دوستوں کو اپنی کیفیات بتا رہی تھی۔

''میں نے اس کے برتن میں سرخ خون بھرتے دیکھا۔ مگر میں آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر گزری تھی جب اس کی چیخوں کی آواز آئی۔ وہ آدمی سڑک کراس کرتے ہوئے کسی کار کے نیچے آ گیا تھا۔''

اس نے گہری سانس لے کر دلیے کا چمچ منہ میں رکھا۔ وہ دونوں خاموشی سے اسے دیکھتے رہے جس کی آنکھوں میں اداسی تھی۔

''سات سال پہلے جب میں اس ملک میں آئی تھی تو مجھے دوسروں کے بارے میں سچے خواب دکھائی دینے لگے تھے لیکن چند ماہ قبل جب میں نے تنگو کا مل کے گھر کام شروع کیا تو وہ خواب کم سے کم ہوتے گئے کیونکہ میں اس جادوئی سکے کے قریب تھی۔ میری دوسری ساری حسیات کم ہو گئیں اور صرف ایک شے رہ گئی۔ اس سکے کا حصول۔ ورنہ پہلے میں راہ چلتے لوگوں کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ دیکھ لیتی تھی۔ سکہ اور بریسلیٹ جب آیا تو مجھے صرف اپنے بارے میں خواب دکھائی دینے لگے۔ پہلے میں خود غرض ہو گئی تھی اور ملاکہ جا کے مجھے صرف اپنے سروائیول اپنی تکلیف کا خیال رہا تھا۔ مگر کل جب میں نے وان فاتح

کے دفتر سے استعفیٰ دیا تو جانتے ہو ایڈم کیا ہوا؟"

اس نے اداس مسکراہٹ کے ساتھ صرف ایڈم کو دیکھا۔

"ہر چیز خالی ہو گئی۔ مستقبل کے خواب' ماضی کے غم اور حال کی جدوجہد' کچھ بھی نہ رہا.... تالیہ مراد کے پاس "فکر کرنے" کو کچھ بھی نہ رہا۔ اور اسی لیے میں نے کسی اور کا مستقبل دیکھا.... مجھے میری کھوئی ہوئی صلاحیت واپس ملی تو مجھے یاد آیا کہ میں کیا تھی۔"

"حالم! آپ حالم تھیں۔" ایڈم دھیرے سے بولا تو سفید ہیئر بینڈ والی لڑکی مسکرائی۔

"ہاں۔ میں حالم ہوں۔ کے ایل کی ایک ماہر اسکام انویسٹی گیٹر۔ جب کسی کے ساتھ فراڈ ہوتا ہے تو وہ میرے پاس آتا ہے۔ مگر میں صرف ان لوگوں کے مسئلے حل کرتی تھی جن کے مسئلے میں نے خود پیدا کیے ہوتے تھے۔"

"اور اب آپ لوگوں کے اصل مسئلے حل کرنا چاہتی ہیں۔"

"ہاں۔ جانتے ہو میں نے حالم والا فون چیک کیا تو دو تین ماہ کی ان گنت مسئلے اور کیسز نظر آئے۔ اور مجھے اپنی زندگی کا مقصد مل گیا ہے۔ آج سے مجھے اپنے پہلے کیس پہ کام کرنا ہے۔" پھر وہ خاموش ہو کے دلیہ کھانے لگی تو داتن نے بھنویں بھینچ کے اسے دیکھا۔

"تم ٹھیک ہو؟ وان فاتح سے الگ ہونے کی تلخی اور......"

"فاتح پہ مجھے بہت غصہ ہے۔ انہوں نے مجھے دکھ دیا ہے' میرے آئیڈیلزم اور فینڈم کے بلبلے کو توڑا ہے مگر داتن...." وہ مسکرا کے داتن کی طرف چہرہ موڑ کے بولی۔ "میں نے پچھلا ڈیڑھ ماہ اس دنیا میں اور چار ماہ ملاکہ میں ان کے ساتھ گزارے ہیں اور جانتی ہو انہوں نے مجھے کیا سکھایا ہے؟"

"کسی ایک برے تجربے کو لے کر مایوس نہ ہو جانا اور گرنے کے بعد ہنس کے دوبارہ اٹھ کھڑے ہونا۔

" ایڈم نے جواب دیا تھا۔

"ان سے میری ساری شکایتیں سارے گلے ایک طرف' لیکن ان سے الگ ہو جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تالیہ سر منہ لپیٹ کے بیٹھ جائے گی۔ ہر گز نہیں۔ تالیہ اپنا کام کرتی رہے گی۔ یہ انہوں نے ہی مجھے سکھایا ہے۔" اور اداس مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا کے دلیہ کھانے لگی۔ کتنے ہی لمحے خاموشی سے گزر گئے۔

"چ تالیہ....." وہ دکھ سے اسے دیکھ کے بولا۔ "ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کے ہر غم سے آپ کو نکالنے کے لئے۔"

وہ ہلکا سا مسکرائی اور آنکھیں اٹھائیں۔ "کوئی کسی کو کسی غم سے نہیں نکال سکتا' ایڈم۔ انسان کو ہر چیز سے خود ہی نکلنا ہوتا ہے۔"

ناشتے کی میز پہ خاموشی چھا گئی۔ وہ چپ چاپ دلیہ کھاتی رہی اور وہ دونوں اسے دیکھتے رہے۔ پھر داتن کھنکھاری۔

"تو پہلا کلائنٹ کون ہے حالم کا؟"

تالیہ نے نیپکین سے لب تھپتھپائے اور ہاتھ پونچھتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"پہلا کلائنٹ ایڈم بن محمد ہے جس کو سائمن فوسٹر نامی صحافی نے دھوکہ دیا ہے۔ میں نے سائمن فوسٹر سے اپائنٹمنٹ لی ہے اور آج شام ہم اس کے پاس جا رہے ہیں۔ تم گھر جا کے اپنے کام کرو۔ شام کو میں تمہیں اس کی آفس بلڈنگ میں ملوں گی۔"

ایڈم کا منہ بے یقینی سے کھل گیا تھا۔ سبز برساتی والی لڑکی اب اپنے موبائل پہ کچھ دیکھتی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اس کو بینک جانا تھا۔ کچھ بلز ادا کرنے تھے۔ کچھ خریداری کرنی تھی۔ غرض وہ اپنی زندگی میں واپس آ چکی تھی۔

وان فاتح کے بغیر والی زندگی میں۔

فاتح کو مس کرنے کا وقت آج سے شروع ہونا تھا۔ اسے لوگوں کو مس کرنے کی عادت نہیں تھی مگر اسے مس کرنے کا فن آتا تھا۔ اور جو اسے کرنا آتا تھا' وہ اس کی جان بچائے رکھ سکتا تھا۔

البتہ دل کی کوئی گارنٹی نہ تھی۔

☆☆==========☆☆

بی این چیئر مین کے آفس میں اس وقت کافی لوگ موجود تھے۔ کیمرہ مین اپنے کیمرے ایڈجسٹ کر رہے تھے۔ دیگر عملہ لائیٹنگ سیٹ کر رہا تھا اور اینکر موحد اپنے نوٹس پڑھ رہا تھا۔ میز کے اس پار بیٹھا فاتح عینک لگائے چہرہ جھکائے اپنے فون پہ مصروف تھا۔ دفعتاً ڈائریکٹر نے بریک کے بعد واپس آنے کا اعلان کیا تو فاتح نے عینک اتار کے میز پہ رکھ دی اور چہرے پہ مسکراہٹ واپس لے آیا۔ موحد نے بھی ٹائی درست کی اور انٹرویو کا دوسرا حصہ شروع کیا۔

"فاتح صاحب.... ابھی تک ہم آپ سے چیئر مین بننے کے بعد درپیش چیلنجز کی بات کر رہے تھے۔ اب ہم اس ایک سوال کی طرف آتے ہیں جو آپ کے سپورٹرز اور ناقدین کے ذہن میں ہے۔" موحد پیشہ ورانہ مسکراہٹ کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔ دونوں کے درمیان فاتح کی آفس ٹیبل حائل تھی۔ "آپ نے بانگِ دہل کہا تھا کہ آپ کسی معروف کرپٹ آدمی کو پارٹی میں نہیں لیں گے لیکن چیئر مین بنتے ہی آپ نے ہشام جرجیس جیسے لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔"

اپنی اونچی کرسی پہ بیٹھے فاتح نے مسکرا کے سر جھٹکا۔ سرمئی سوٹ میں ملبوس' بال دائیں جانب جمائے صاف رنگت اور وجیہہ شخصیت والا چیئر مین مطمئن نظر آ رہا تھا۔

"موحد جب میں چھوٹا تھا تو مجھے اپنے والد کی کچھ باتیں بہت بری لگتی تھیں اور میں کہتا تھا کہ میں کبھی ایسا کام نہیں کروں گا لیکن جب میں خود باپ بنا تو میں نے اپنے آپ کو وہی کرتے پایا جو میرے والد کیا کرتے تھے اور میں نے تب جانا کہ انسان بہت سی باتیں ناتجربہ کاری کے باعث کہتا ہے جو بعد میں غلط

ثابت ہو جاتی ہیں۔ اب اس صورتحال کو ڈیل کرنے کے دو طریقے ہیں۔ یا تو میں اپنی بات سے مکر جاؤں کہ میرا وہ مطلب نہیں تھا... یا پھر...."

اس نے گہری سانس لی۔ کیمرا مین اس کے چہرے کی قریب سے عکسبندی کر رہا تھا۔

"یا پھر... آپ صاف گوئی سے اس بات کو تسلیم کریں کہ آپ نے جذبات میں ایک ایسی بات کہہ دی جس کی حقیقت اس وقت آپ نہیں جانتے تھے۔ انسان ہر پل grow کرتا ہے' کچھ سیکھتا ہے۔ میں جب چیئرمین بنا تو میں نے جانا کہ چیئرمین اپنی پارٹی کا باپ ہوتا ہے اور باپ کو بعض فیصلے مجبوری میں کرنے پڑتے ہیں جن کی مصلحت اولاد کو برسوں بعد سمجھ آتی ہے۔ باپ اپنی انا کو مقدم نہیں رکھتا کہ اگر میں اپنی بات سے پھرا تو میری ناک کٹ جائے گی۔ باپ اپنی اولاد کی بہتری کو اپنی انا پہ ترجیح دیتا ہے۔ بھلے اس کی ناک کٹ جائے' بھلے لوگ تنقید کریں' مگر اسے اپنی اولاد کے مستقبل کے لئے بہتر فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔"

موحد کے چہرے سے لگتا تھا وہ کسی متنازعہ جواب کی توقع کر رہا تھا مگر فاتح رامزل بڑے سادہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"جب میں نے صوفیہ رحمن کے ساتھ ایک اسٹیج پہ کھڑے ہو کے یہ اعلان کیا تھا کہ میں کسی کرپٹ آدمی کو اپنے ساتھ شامل نہیں کروں گا' تو میں وان فاتح بن کے کہہ رہا تھا۔ سیاست میں ہم ایسے بیان دے دیا کرتے ہیں لیکن چیئرمین بننے کے بعد میرے اوپر ایک ذمہ داری عائد ہو گئی۔ میں اب صرف وان فاتح نہیں ہوں۔ میں اپنی پارٹی کی اگلے الیکشن میں جیت یا ہار کا ذمہ دار ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ مان لیا کہ وہ ناتجربہ کاری میں دیا گیا ایک سیاسی بیان تھا اور معروفاً کرپٹ لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کرنا آپ کی سیاسی مجبوری ہے' کیونکہ یہ بات درست ہے کہ صبا میں جرجیس صاحب کو ساتھ ملائے بغیر کوئی الیکشن نہیں جیت سکتا۔ وہ جتنے بھی کرپٹ ہو جائیں' صبا کے لوگ ہمیشہ انہی کو ووٹ

دیتے ہیں۔ وہاں سے آپ کو کم از کم بھی بیس سیٹیں مل جائیں گی اور یہ بیس سیٹیں آپ کو وزیر اعظم بنوا سکتی ہیں.... لیکن....“ موبد رکا اور دوبارہ سے کھنکھارا۔ ”لیکن فاتح صاحب‘ کیا جرجیس جیسے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کے آپ معاشرے میں وہ ’بہتری‘ لا سکیں گے جس کے آپ نے عوام سے وعدے کیے تھے؟ کیا یہ لوگ آپ کو یہ سب کرنے دیں گے کیونکہ اگر انصاف آ گیا تو یہ خود جیل جائیں گے۔“

”دیکھو پہلی بات موبد‘ جرجیس پہ کوئی بھی کرپشن کیس ثابت نہیں ہوا۔ (اس بات پہ موبد نے برا سا منہ بنایا مگر اس نے بات جاری رکھی) اور یہ میری نہیں‘ صوفیہ رحمٰن کی حکومت ہے۔ اگر جرجیس کرپٹ ہے تو اسے گرفتار کریں اور اس پہ مقدمہ چلائیں۔ صوفیہ صاحبہ آئے روز کہہ رہی ہیں کہ فاتح نے کرپٹ لوگوں کو شامل کر لیا۔ تو وزیر اعظم صاحبہ اس کو جیل میں کیوں نہیں ڈالتیں؟ جرجیس کو لینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں ہر ایک کو پارٹی میں لے لوں گا۔ میں صوفیہ رحمٰن جیسے لوگوں کو نہیں لے سکتا جو اتنے کرپٹ ہوں کہ ان کا نام ہانگ کانگ پیپرز میں ہو۔“

”سر.... ہانگ کانگ پیپرز تو ایک روز اخبار کی زینت بنے اور اگلے روز غائب ہو گئے۔ کسی کو وہ یاد بھی نہیں۔ سائمن فوسٹر کے نام کی وجہ سے پہلے روز اخبار بکا اور پھر دوسری خبروں نے اس خبر کو دبا دیا۔ اب تو کوئی صوفیہ رحمٰن صاحبہ سے ان کی آف شور کمپنی کے بارے میں سوال بھی نہیں پوچھتا۔ اس لئے ہانگ کانگ پیپرز کو تو آپ رہنے دیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ چلیں جرجیس کی آپ برائی نہیں کریں گے کیونکہ اب وہ آپ کی ٹیم کا حصہ ہے‘ لیکن فاتح صاحب.... اس طرح کے grey سیاستدانوں کو لے کر کیا آپ معاشرے میں تبدیلی لا سکتے ہیں؟“

”موبد۔ یہاں ہر شخص grey ہے۔ یقین کرو مجھے آج تک وہ سنو وائٹ سیاستدان نہیں ملا جس کی میڈیا کو تلاش رہتی ہے۔ میں ایسے سیاستدان کہاں سے لاؤں؟ شریف لوگ سیاست میں آتے نہیں ہیں اور جو آتے ہیں‘ مخالف ان پہ کیچڑ اچھال اچھال کے ان کو داغدار کر دیتے ہیں۔ جو سیاستدان اس ملک

میں بچے ہیں مجھے انہی کے ساتھ گزارا کرنا پڑے گا۔ اب تم مجھے ایک بات بتاؤ۔ ایک سیاستدان کا کام کیا ہوتا ہے؟"

"سوری سر؟" موحد کو سمجھ نہ آیا۔

"میری پارٹی کے ممبرز جب الیکشن جیت کے پارلیمنٹ میں جائیں گے تو ان کا کام کیا ہوگا؟ سڑکیں بنانا؟ اپنے حلقے میں اسکول کھولنا؟ ہسپتال بنانا؟ لوگوں کی غربت دور کرنا؟ یہ سب؟"

اس نے خود ہی نفی میں سر ہلایا۔

"ہرگز نہیں۔ ممبر پارلیمنٹ کا کام گھر گھر جا کے مسئلے حل کرنا یا سڑکوں کی مرمت کرنا یا نوکریاں دینا نہیں ہوتا۔ میری بات غور سے سنو۔ یہ اداروں کا کام ہوتا ہے۔ ممبر پارلیمنٹ کا کام صرف ایک ہوتا ہے۔ Legislation کرنا۔ قانون بنانا۔ پالیسی بنانا۔ ہم نے الیکشن جیت کے ہر حلقے میں اسکول نہیں کھولنے۔ ہم نے تعلیم کے لئے ایسے نئے قوانین بنانے ہیں جن کی وجہ سے ایجوکیشن کا ادارہ خود پرانے اسکولوں کو بہتر کرے اور خود نئے اسکول کھولے۔ ممبر پارلیمنٹ نے ایک ایک ہسپتال جا کے عملے پہ چھاپے نہیں مارنے ہوتے۔ اس کا کام صحت کے ایسے قوانین بنانا ہے جو محکمہ صحت خود آگے ہر ہسپتال میں نافذ کرے۔ مجھے پارلیمنٹ میں کوئی بھی نیا قانون پاس کروانے کے لئے دو تہائی لوگوں کی حمایت چاہیے۔ اگر میرے پاس کثیر تعداد میں پارلیمانی ممبران نہیں ہوں گے تو میں نئے قوانین کیسے پاس کرواؤں گا؟ اب مجھے بتاؤ موحد پاور پالیٹکس میں یہ جوڑ توڑ کیے بغیر میں ملک میں بہتری کیسے لا سکتا ہوں؟"

"او کے سر۔ مگر میرا سوال اب بھی وہی ہے کہ کیا جر جیس جیسے لوگ آپ کو کرپشن کے خلاف قوانین بنانے دیں گے؟ کیونکہ ایسی صورت میں وہ خود کل پکڑے جائیں گے۔"

"مجھے یہ رسک لینا پڑے گا کیونکہ دوسرا آپشن میرے پاس یہ ہے کہ میں صرف پارسا لوگوں کو ساتھ

رکھوں اور اگلے پچاس سال تک بس الیکشن ہی لڑتا رہوں۔ نہ میں پاور میں آؤں گا' نہ میں کوئی بہتری لا سکوں گا۔ بس صوفیہ رحمن جیسے لوگ پاور میں رہیں گے اور کوئی اچھے قوانین نہیں بنائیں گے۔ اب آپ بتائیں' ایک باپ اپنی اولاد کے لئے کس آپشن کو بہتر سمجھے گا؟"

وہ انٹرویو اس وقت لابی میں نصب ٹی وی اسکرین پہ دکھایا جا رہا تھا۔ سامنے ریسپشن بنا تھا اور لوگ آ جا رہے تھے۔ ایک جانب صوفے پہ بیٹھے تالیہ اور ایڈم گردنیں اٹھائے اسکرین کو دیکھ رہے تھے۔ ایڈم چیک والی شرٹ میں ملبوس' کلائی کے کف بند کیے' آگے ہو کے بیٹھا بار بار تالیہ کا چہرہ دیکھتا تھا۔ وہ بنا تاثر تھا۔

"وان فاتح غلط نہیں کہہ رہے۔" دفعتاً وہ کھنکھارا۔ "انہوں نے اپنے خواب کے اوپر سمجھوتا نہیں کیا۔ خواب کے "لئے" سمجھوتا کیا ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو وہ کبھی پاور میں نہیں آ سکتے۔"

تالیہ نے گردن موڑ کے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"ایڈم میں نے جب ان کو کھری کھری سنائی تھیں تو اس لئے نہیں کہ میں بہت Self-righteous ہوں۔ میں خود کیا تھی۔ مجھے فاتح کو الیکشن جتوانے کے لئے کیا کیا کرنا پڑا... اشعر سے پیسے لینے پڑے' کتنے اسٹنٹ کرنے پڑے تم وہ سب جانتے ہو' لیکن اگر میں یہ سب کروں تو بنتا ہے۔ فاتح یہ کرے تو نہیں بنتا۔ مجھے بھی معلوم ہے کہ جو انہوں نے کیا وہ وقت کی ضرورت تھا اور میں بھی ان کو یہی مشورہ دیتی اگر انہوں نے اتنے بڑے بول نہ بولے ہوتے۔ انہوں نے جرجیس سے ہاتھ ملایا' یہ غلط نہیں ہے۔ انہوں نے قدیم ملاکہ میں مجھے بھی دوسرا اور تیسرا موقع دیا تھا۔ وہ چوروں کو سدھرنے کا موقع دینے پہ یقین رکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنے عہد کی پاسداری نہیں کی۔ انسان کا قول اس کا bond ہوتا ہے۔ وہ لیڈر ہیں۔ ان سے توقعات زیادہ ہیں۔ اپنے قول سے پھر کے انہوں نے خود کو ایک.... ایک..."

".....ایک انسان ثابت کیا ہے اور بس۔" ایڈم نے مسکرا کے کہا تو وہ جو لفظ ڈھونڈ رہی تھی' چند لمحے کچھ بول ہی نہ سکی۔

"پیچ تالیہ وہ انسان ہیں اور وہ پوری قوم کے سامنے یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ انہوں نے سیاسی شعلہ بیانی میں ایک ناممکن وعدہ کر لیا تھا۔ جرجیس کو لینا اخلاقی طور پہ غلط تھا' سیاسی طور پہ نہیں۔ غلط ان کا ناممکن وعدہ کرنا تھا۔ انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا۔ اس سے زیادہ آپ ایک سیاستدان سے کس چیز کی توقع کرتی ہیں؟"

تالیہ نے تندہی سے اسے گھورا۔

"میں ان کو پرفیکٹ سمجھتی تھی ایڈم۔ میں نے ان کے لئے اتنا کام کیا' خود کو لائم لائٹ میں لے بھی آئی۔ اب اس اخبار کے دفتر میں چلتے پھرتے سب لوگ مجھے پہچانتے ہیں اور میں سوچ رہی ہوں کہ کیا یہ سب اتنا معنی رکھتا تھا کہ میں اتنی کوششیں کرتی؟" ابھی وہ کہہ ہی رہی تھی کہ اسکرین پہ نظر آتے موبد نے اگلا سوال جھاڑا۔

"سنا ہے آپ کی کیمپین مینیجر تالیہ مراد نے جرجیس صاحب کی شمولیت پہ احتجاجاً استعفیٰ دے دیا ہے۔ کیا یہ بات درست ہے کہ اس فیصلے سے پارٹی والے بھی ناراض ہیں؟"

تالیہ کا سانس تھم گیا۔ وہ دم سادھے اسکرین کو دیکھنے لگی۔ کیمرے نے فاتح کا چہرہ دکھایا۔

"تالیہ مراد؟" اس نے دھیرے سے ہنس کے سر جھٹکا۔ "تالیہ میری کیمپین مینیجر تھی۔ اس کا کانٹریکٹ الیکشن تک تھا اور ہم سب کی خواہش تھی کہ وہ اس کے بعد بھی کام کرتی لیکن کیمپین نے اسے بہت تھکا دیا تھا۔ یو نو' burnt out sydrome۔ اس لئے وہ فی الحال چھٹی پہ چلی گئی ہے اور جیسے ہی وہ واپس آئے گی آپ اس کو ہمارے ساتھ ہی پائیں گے۔ اس میں ایسا کچھ غیر معمولی نہیں ہے۔" ذرا سے شانے بھی اچکائے۔

تالیہ پلک جھپکے بنا اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کور کر رہا تھا یا اسے واپس بلا رہا تھا؟

"ایک اور سوال۔" موبد کے اوپر کیمرہ آیا تو وہ مسکرا کے پوچھنے لگا۔ اچھا اینکر ایک آخری سوال اپنی پٹاری میں ایسا رکھتا ہے جس کے بارے میں سامنے بیٹھے مہمان کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس سوال کا مقصد مہمان کو حیران کرنا یا غصہ دلانا ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں مہمان اپنی مصنوعی مسکراہٹ والے خول کو چیخ دینے پہ مجبور ہو جاتا ہے اور اس کا جو نیچرل ردِ عمل سامنے آتا ہے' وہ بعد ازاں مشہور ہو جاتا ہے' یوٹیوب پہ اس کے کلپس چلتے ہیں اور پروگرام کی ریٹنگ بڑھتی ہے۔

"فاتح صاحب..... مصدقہ ذرائع سے خبر ملی ہے کہ آپ کی سابقہ کیمپین مینیجر تالیہ مراد کے خلاف پراسیکیوشن ڈیپارٹمنٹ تفتیش کر رہا ہے۔ غالباً کسی فراڈ وغیرہ کے سلسلے میں۔ آپ اس پہ کمنٹ کرنا چاہیں گے؟"

چیئر مین کی کرسی پہ بیٹھا وجیہہ صورت مرد لمحے بھر کو چپ رہ گیا۔ وہ حیران ہوا تھا۔ سوال غیر متوقع تھا۔ البتہ اس نے صرف ابرو اکٹھے کیے اور اچنبھے سے موبد کو دیکھا۔

"مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے مگر لوگ پر کا پرندہ بنا دیا کرتے ہیں۔ آئی ایم شیور یہ کوئی غلط فہمی ہو گی کیونکہ تالیہ مراد ایک بہت قابلِ بھروسہ' کریڈیبل اور معزز خاتون ہیں اور عموماً ایسی خواتین جب سیاست میں آتی ہیں تو ان کو انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اگر تالیہ کے ساتھ ایسا کچھ ہو رہا ہے تو یقیناً حکومتی پارٹی ان کو ٹارگٹ کر رہی ہے۔"

اعتماد سے جواب آیا۔ سوائے حیرانی کے اس کے چہرے پہ ایسا کوئی تاثر نہ تھا۔ نہ بد اعتمادی' نہ پریشانی۔ وہ اسے دیکھ کے رہ گئی۔

"تو فاتح کے ساتھ کام نے مجھے دوری نگارہ ملایو (ملائیشیاء کا قومی کانٹا) بنا دیا ہے؟" وہ کرب سے بولی تھی۔ "میں تو بنگارایا ملایو تھی ایڈم۔ یہ لوگ اب مجھ پہ ایسے کیچڑ اچھالیں گے؟"

"کچھ نہیں ہوگا چے تالیہ۔ اور.... سائمن۔" اس نے ایک دم کھنکھار کے توجہ راہداری کی طرف مبذول کروائی تو وہ چونکی۔ گردن موڑ کے دیکھا تو سامنے طویل راہداری میں سائمن فوسٹر دو افراد کے ہمراہ کھڑا کچھ کاغذات دیکھ رہا تھا۔ تالیہ نے گہری سانس لے کر خود کو نارمل کیا اور اٹھی۔ ایڈم بھی ساتھ ہی اٹھا۔

"اب ہم کیا کہیں گے سائمن کو؟ وہ تو مجھے کچھ سمجھتا ہی نہیں ہے۔ اپنی اسٹوری کا کریڈٹ مجھے کیسے دے گا؟" ایڈم کو یہی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ تالیہ اسے کیسے دھمکائے گی یا بلیک میل کرے گی کہ وہ عوام کے سامنے اپنی چوری کا اعتراف کرنے پہ مجبور ہو جائے اور ایڈم سے معافی مانگے۔

"بہت آسان۔" وہ ہڈ کو سر کے اوپر کرتے ہوئے حتمی لہجے میں بولی۔ "ہم سائمن فوسٹر کو اس کی اوقات یاد دلا دیں گے۔ میرے ساتھ آؤ۔" اس کے جارحانہ انداز نے ایڈم کے اندر نئی روح پھونک دی۔ وہ تیزی سے اس کے پیچھے لپکا۔ سائمن کے قریب جاتے ہوئے ڈھیروں اشتعال اندر ابلنے لگا تھا۔ وہ دونوں اس کے قریب آئے تو سائمن نے ساتھ موجود افراد کو جانے کا کہہ دیا اور سنجیدگی سے ان دونوں کو دیکھا۔ پھر ہلکا سا مسکرایا۔

"اوہ ایڈم۔ کیسے ہو تم۔" پھر اسے نظر انداز کر کے تالیہ کو دیکھا۔ "چے تالیہ آپ کیسی ہیں؟ بہت اچھی کیمپئین چلائی آپ نے فاتح رامزل کی۔" وہ خوشدلی سے انگریزی میں گویا ہوا۔ ایڈم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ اور کچھ سخت کہنے ہی لگا کہ.......

"اوہ سائمن..... میں تو خود آپ کی بہت بڑی فین ہوں۔ آپ کی اسٹوریز تو ہم جیسے لوگوں کو سچ کا ساتھ دینے کی ہمت دیتی ہیں۔ اور وہ ہانگ کانگ پیپرز والی اسٹوری تو بہت زبردست تھی۔" وہ اپنے دونوں ہاتھ باہم ملائے کسی فین گرل کی طرح مرعوب ہو کے کہہ رہی تھی۔ ایڈم کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔ منہ کھل گیا۔ بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں چے تالیہ۔" سائمن تفاخر سے مسکرایا۔

"اور آپ کو پتہ ہے....ایڈم میرا دوست ہے اور میں سب سے زیادہ آپ کی شکر گزار اس لئے ہوں کہ آپ نے اپنے سورس کو مخفی رکھا۔" رازدارانہ انداز میں ایڈم کی طرف اشارہ کیا اور آواز دھیمی کی۔

"پلیز آپ اس کا نام راز میں رکھیے گا ورنہ ہر کوئی آپ کی طرح نڈر نہیں ہوتا کہ بارسوخ افراد سے لڑائی مول لے۔ ایڈم تو ویسے ہی بہت ڈرپوک ہے۔ اب بھی ڈر رہا تھا کہ کہیں سائمن صاحب میرا نام نہ بتا دیں کسی کو۔ میں نے سوچا اس کو ساتھ لے آؤں اور تسلی کروا دوں کہ آپ اس کا نام نہیں لیں گے۔"

وہ تینوں راہداری میں آمنے سامنے کھڑے تھے اور ایڈم اب بس تالیہ کو گھورے جا رہا تھا۔

"اوہو۔فکر کی تو کوئی بات ہی نہیں۔ایڈم نے جس طرح رازداری سے مواد میرے حوالے کیا تھا میں اس کا اعتماد توڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ایڈم تم فکر نہ کرو۔"

سائمن نے بڑے بھائیوں والے انداز میں ایڈم کے شانے پہ ہاتھ رکھا۔"تمہارا نام کہیں نہیں آئے گا' یہ میرا وعدہ ہے۔"

اور سارے جھگڑے اس نام کے ہی تو تھے۔وہ اتنا ششدر تھا کہ کچھ کہہ ہی نہ سکا۔بس سر ہلا دیا۔

"اچھا سائمن ایک اور بات۔" وہ ذرا تشویش سے بولی۔"آپ نے جو دس نام لیک کیے وہ اب اپنی اہمیت کھو رہے ہیں۔ میں سوچ رہی تھی کہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ ای میلو جو ایڈم کے پاس ہیں ہمیں ان سب سے مزید نام لے کر لیک کرنا چاہیے ہیں بمع ثبوت تاکہ یہ اسٹوری زیادہ مشہور ہو۔"

"ہاں بالکل میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ اور میں ایڈم سے اسی سلسلے میں کانٹیکٹ کرنا چاہتا تھا مگر مصروفیت کے باعث کر نہیں سکا۔"

(مصروفیت یا شرمندگی کے باعث؟) ایڈم تندہی سے اسے دیکھ کے رہ گیا۔

"مگر سائمن اس دفعہ ہم انہیں صرف ایک نیوز اسٹوری کے طور پہ نہیں چھاپیں گے۔کیونکہ اب آپ

دونوں کے پاس میرے جیسی سیاسی اسٹریٹجسٹ موجود ہے۔" وہ مسکرا کے کہہ رہی تھی۔ "ہم ان ناموں کو بھرپور منصوبہ بندی سے لانچ کریں گے۔ اور بے فکر رہیں' میں فیس نہیں لوں گی مگر میری صرف ایک شرط ہے کہ میرے دوست کا نام راز رہے گا۔ میڈیا پہ ہر جگہ آپ کا ہی نام آنا چاہیے۔"

"آف کورس۔ بالکل فکر نہ کیجیے۔" وہ خوشدلی سے بولا۔ "تو کیا اسٹریٹجی ہے آپ کے ذہن میں؟" ساتھ ہی اس نے کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی۔ وہ غالباً کہیں جانے کے لئے لیٹ ہو رہا تھا۔

"آپ کے پاس وقت کم ہے سو فی الحال ہم ایک ٹویٹر ہینڈل سے آغاز کرتے ہیں۔" تالیہ نے اس کے سیل فون کی طرف اشارہ کیا۔ "میں نے آپ کو ایک نئے ہینڈل کا لنک ڈی ایم کیا ہے۔ آپ اس کو اپنے ٹویٹر سے شیئر کر دیں تا کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں۔"

سائمن نے فون نکالا اور اسکرین روشن کی۔ پھر ابرو اٹھا کے اسے دیکھا۔ "دی ہانگ کانگ پیپرز۔ واہ۔" وہ اب اسکرین کو اوپر کرتا اس نئے ہینڈل کو دیکھ رہا تھا۔

"ہم اس ہینڈل کے ذریعے ایک ہائپ بنائیں گے۔ پھر ویب سائیٹ لانچ کریں گے۔ 'مزید نام کمنگ سون ہیں' کے جیسی خبریں لگائیں گے۔ جب تک ہم لوگوں کی توجہ گھیرنے میں کامیاب ہو جائیں گے' ایڈم مزید نام نکال چکا ہوگا۔ ہم آہستہ آہستہ نام دیتے جائیں گے تا کہ یہ خبر مر نہ جائے بلکہ لوگوں کو انتظار رہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ فرنٹ پہ آپ ہوں گے اور بیک پہ میں اور ایڈم۔" وہ متانت سے اسے سمجھا رہی تھی اور سائمن تائیدی انداز میں سر ہلا رہا تھا۔

"اگر یہ خبر بین الاقوامی لیول پہ اٹھائی جائے تو سائمن آپ کسی انٹرنیشنل ایوارڈ کے لئے نامزد ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ صرف تب ہوگا جب ہم اس کی پروموشن درست طریقے سے کریں۔" وہ مسکرا کے کہہ رہی تھی اور ایڈم خون کے گھونٹ پی رہا تھا۔ (ایک دفعہ بنگارایا ملایو کا آخری باب لکھنا نصیب ہو مجھے..... ایسے شاندار طریقے سے شہزادی تاشہ کا انجام لکھوں گا کہ یاد کریں گی۔)

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ سائمن کی بھی فین ہیں۔" باہر کار کی طرف جاتے ہوئے وہ خفگی سے بولا۔

"تمہیں لگا تھا میں اس کو ڈراؤں' دھمکاؤں گی؟ یا بلیک میل کروں گی؟" وہ سنجیدہ شکل بنائے چلتی جا رہی تھی۔ سائمن سے ملاقات ختم ہوئی تو فاتح کے انٹرویو کے بعد والے تاثرات چہرے پہ چھا گئے تھے۔

"تو ہم اور کس لئے گئے تھے وہاں؟"

"ایڈم بن محمد!" وہ اس کی طرف گھومی اور آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے غور سے اسے دیکھا۔ "میں لوگوں کو بلیک میل نہیں کرتی نہ ان کو ڈراتی دھمکاتی ہوں۔ کیا تم ابھی تک تالیہ کو نہیں جانتے؟ میں لوگوں کو صرف لالچ دیتی ہوں۔ سنہرے مستقبل کا لالچ۔ ایک کون آرٹسٹ لوگوں سے کانفیڈینس گیم کھیلتا ہے۔ وہ جس چیز پہ سب سے زیادہ اعتماد کرتے ہیں' وہ اسی کو استعمال کرتا ہے۔ جانتے ہو انسان کو سب سے زیادہ اعتماد کس چیز پہ ہوتا ہے؟"

"کس پہ؟"

"اپنے خوابوں کے پورا ہونے پہ۔ ہم سب کو لگتا ہے کہ ایک دن ہم بہت امیر ہو جائیں گے یا بہت خوبصورت ہو جائیں گے یا گناہ معاف کروا کے جنت میں چلے جائیں گے یا جو کیریئر چاہتے ہیں وہ بنا لیں گے۔ خوابوں کے لئے کوئی محنت کرے یا نہ کرے' یہ امید اکثر انسانوں کو ہوتی ہے کہ ایک دن وہ سب کچھ پا لیں گے۔ کون آرٹسٹ صرف ٹارگٹ کے خوابوں کو پورا کرنے کی صورت نکال کے دیتا ہے۔ اور سائمن کا سب سے بڑا خواب کیا ہے؟"

"آپ کو پتہ ہوگا۔ آپ اس کی فین ہیں۔" وہ ہنوز ناراض تھا۔

"وہی جو تمہارا اور ہر صحافی کا خواب ہوتا ہے۔ کہ ایک دن اس کی کوئی اسٹوری اتنی مشہور ہو کہ وہ اسے بین الاقوامی ایوارڈز جتوائے۔ خواب انسان کا بلائنڈ اسپاٹ ہوتے ہیں۔ وہ ان کے لئے ہر خطرہ مول لے لیتا ہے۔ سائمن بھی لے گا۔"

''تو ہم سائمن کو Con کر رہے ہیں؟'' وہ اچنبھے سے اسے دیکھ رہا تھا۔ دونوں پارکنگ ایریا میں کھڑے تھے۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا تھا اور وہاں چھایا سی تھی۔

''جو ہمیں کرنا آتا ہے وہی ہماری جان بچائے رکھتا ہے ایڈم اور تالیہ کو صرف لوگوں کو Con کرنا آتا ہے۔ ایسے ہے تو ایسے ہی سہی۔'' کندھے اچکا کے وہ کار کی طرف بڑھ گئی۔

ایڈم کو ڈراپ کرنے تک وہ اس کو اپنے پلان سے آگاہ کرتی آئی تھی۔ وہ خاموشی سے سنتا رہا۔

''میں آپ سے ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں۔'' وہ موضوع سے ہٹ کے کہنے لگا۔ ''پراسیکیوشن ڈیپارٹمنٹ اور حکومتی پارٹی نے آپ کو political victimisation کا نشانہ بنایا ہے۔ وہ آپ کو دوری نگارہ ملایو کے طور پہ پیش کر رہے ہیں۔ ملایا کا قومی کانٹا۔ ساری قوم کا کانٹا۔ مگر نہیں ہے تالیہ۔'' وہ مسکرا کے اسے دیکھ کے بولا۔ ''آپ بنگا رایا ملایو تھیں۔ ملایا کا پھول۔ اور وہی رہیں گی۔ ملایا کا کانٹا صوفیہ رحمٰن جیسے لوگ ہیں اور ہمیں اپنے ملک کو ان سے آزاد کرنا ہے۔'' مسکرا کے کہتے ہوئے وہ کار کا دروازہ کھولنے لگا۔ اس کا گھر آ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے برآمدے کے اسٹیپ پہ تنہا بیٹھا تھا۔ باغیچے پہ بادلوں کی چھایا تھی کیونکہ آج سورج نے سارے شہر سے پردہ کر رکھا تھا۔ مرغی اور اس کے چوزے جانے کہاں گم تھے۔ ماں نے بتایا تھا کہ رات کو بلی ایک چوزہ اٹھا لے گئی تھی اس لئے آج مرغی اپنے بچوں کے ساتھ کہیں چھپی بیٹھی تھی۔

ایڈم نے ایک نظر اپنے اطراف میں پھیلے خوبصورت منظر کو دیکھا اور پھر گھٹنوں پہ رکھے کاغذوں کو۔ پھر اس نے قلم کھولا اور پہلے صفحے پہ جلی حروف میں لکھنے لگا۔

''دوری نگارہ ملایو۔

از ایڈم بن محمد۔''

ایک کتاب اس نے قدیم ملاکہ میں لکھی تھی۔

ایک کتاب وہ اب لکھنے جا رہا تھا۔

پہلی کا نام اس نے ایک مورخ کے بستے میں رکھے کاغذات سے چرایا تھا۔

دوسری کا نام اس نے چے تالیہ کی گفتگو سے چرایا تھا۔

کیونکہ رائٹرز بہترین چور ہوتے ہیں۔

☆☆==========☆☆

اگلی صبح حالم کا بنگلہ دھوپ میں نکھرا کھڑا تھا۔ لان کی گھاس آج خشک تھی اور اس کے سنہرے پن کو لاؤنج کی قدم آدم کھڑکیوں سے بخوبی دیکھا جا سکتا تھا۔ کھڑکی کے سامنے صوفے پہ بیٹھی داتن ٹی وی دیکھتے ہوئے مولٹن لاوا کھا رہی تھی جبکہ تالیہ کچن کی سینٹرل میز پہ موجود اپنے ناشتے کے ساتھ ساتھ حالم کے سیاہ موبائل پہ مسلسل پیغامات دیکھنے میں مصروف تھی۔

گھنٹی بجی تو داتن نے پہلے بے زاری سے دروازے کو دیکھا اور پھر تالیہ کو۔ نظروں سے اس نے تالیہ اور اپنا دروازے تک کا فاصلہ ناپا۔ تالیہ دور تھی۔ داتن قریب تھی یعنی کہ اسے ہی اٹھنا تھا۔ خفگی سے پلیٹ رکھی اور چاکلیٹ بھرا انگلی کا پورا منہ میں رکھتی وہ اٹھ کے دروازے تک آئی۔

"آپ کی پیشکش ابھی تک موثر ہے کیا؟" دروازہ کھولا تو سامنے کھڑے ایڈم نے بے قراری سے پوچھا۔ داتن نے ایک نظر اپنے ہاتھ پہ لگی چاکلیٹ کو دیکھا اور پھر اس نوجوان کو گھورا۔

"سامنے تین فرلانگ دور ایک بیکری موجود ہے۔ جو کھانا ہے وہیں سے کھاؤ۔ میرے مولٹن لاوا پہ نظر مت رکھو۔ اچھا۔"

"میں اس آفر کی بات کر رہا ہوں جو آپ نے مجھے کچھ دن پہلے دی تھی۔ سیلون، جم، سیلف گرومنگ۔"

داتن کے تاثرات بدلے۔ ابرو اٹھائی اور مسکرا کے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ وہ کچھ اداس اور کچھ بے چین نظر آتا تھا۔

"تو تم خود کو گروم کرنا چاہتے ہو؟" کنکھیوں سے اندر کچن میں بیٹھی کام کرتی نظر آتی تالیہ کو بھی دیکھا۔

"کل جب ہم سائمن کے پاس گئے تو اس نے چے تالیہ کی بات دھیان سے سنی اور ان کی ہر بات کو اہمیت دی۔ جانتی ہیں کیوں؟ کیونکہ چے تالیہ لوگوں پہ ایک گہرا امپریشن چھوڑ کے جاتی ہیں۔ میری قدر اس نے اس لئے نہیں کی کیونکہ ایڈم بن محمد کسی پہ امپریشن نہیں چھوڑتا۔ مجھے چے تالیہ کے لئے خود کو نہیں بدلنا' داتن۔ مجھے اپنے لئے خود کو بدلنا ہے تاکہ میں اپنی نظر میں معتبر ہو سکوں۔ تاکہ میں جب امیر لوگوں کے درمیان بیٹھوں تو کسی کی امارت مجھے متاثر نہ کرے۔ جب میں طاقت ور لوگوں کو دیکھوں تو کسی کی طاقت مجھے ڈرا نہ سکے۔ میں اپنی شخصیت میں وہ اعتماد لانا چاہتا ہوں جس کی مجھ میں کمی ہے۔ اور یہ ایڈم کے لئے ہوگا۔ یہ ایڈم کے اپنے لئے ہی ہونا چاہیے تھا۔"

داتن نے گہری سانس لی اور سر ہلایا۔

"گڈ۔ یعنی آج سے ہم ایڈم بن محمد کو اس کے احساسِ کمتری اور Low self esteem سے نکالنے جا رہے ہیں۔ اس سب کے لئے امیر ہونا ضروری نہیں ہے۔ اپنی ذات پہ اعتماد ضروری ہے اور یہ تب آتا ہے جب آپ دنیا کے مختلف رنگ دیکھتے ہیں اور اتنے لوگوں سے ملتے ہیں کہ اپنا آپ ان سے بہت منفرد نظر آنے لگتا ہے۔ تب آپ جانتے ہیں کہ آپ اصل میں کیا ہیں۔ مشکل مرحلہ اپنے اصل کو قبول کر لینا ہے۔ جب انسان یہ کر لیتا ہے تو وہ نڈر ہو جاتا ہے۔ اور اس کی سیلف اسٹیم بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ اپنے لئے خود ہی کافی ہو جاتا ہے۔ ابھی تک تم نے دو طرح کی دنیائیں دیکھی ہیں۔ قدیم ملاکہ اور اپنا مرغیوں کے ڈربے والا گھر۔ No Offence مگر اب چوزوں کے بڑے ہونے کا وقت آ گیا ہے۔"

داتن کسی فلسفی کی طرح سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

اندر کچن میں بیٹھی تالیہ کے کانوں میں ان کی باتیں مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح سنائی دے رہی

تھیں۔ مگر اس نے توجہ نہ دی اور فون بند کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ آگے بڑھنے ہی لگی تھی کہ پاؤں کسی شے سے ٹکرایا۔ وہ رکی اور جھک کے دیکھا۔

اس روز ایڈم کے ہاتھ سے جو بنگا راملایو پھسلی تھی' وہ میز کے اس طرف جا گری تھی۔ اس نے اوپر اوپر سے ہی صفائی کی تھی تو وہ ابھی تک وہیں پڑی تھی۔

وہ جھکی اور کتاب اٹھا کے سیدھی ہوئی۔ پراسیکیوٹر کو متاثر کرنے کے لئے وہ یہ کتاب لے آئی تھی مگر اس کو کھول کے دیکھا تک نہیں تھا۔

اس سنہری صبح میں تالیہ مراد نے اس کتاب کے صفحات پلٹائے تو بارھویں باب کا اختتام خود بخود کھل گیا۔

"اور تمام غلاموں کو آزاد کروا کے

بنداہارا کی بیٹی ایک دن اپنے گھوڑے پہ سوار

نکلی جنگل کی طرف

اور پھر نہ دیکھا کسی ذی نفس نے اس کے بعد اس کو۔

شاید وہ بادلوں کے اوپر چلی گئی تھی

یا ان کے پار جہانوں میں۔"

اس نے اگلا صفحہ پلٹایا۔

"باب تیرہ۔ از آدم بن محمد۔

اور جب لوٹی شہزادی تاشہ اپنے سفر سے

اپنے مورخ کے ساتھ

تو دیکھا اس نے اپنے ملاکہ کو عجیب حالت میں۔

اور باقی سب نے اسے دیکھا مختلف روپ میں۔

سفر کسی کے بال سفید کرتا ہے تو کسی کے جھاڑ دیتا ہے

مگر شہزادی تاشہ جب سفر سے لوٹی تو

اس کے بالوں کا رنگ رات کی طرح سیاہ ہو چکا تھا...."

اس نے دھیرے سے اپنے سیاہ بالوں پہ ہاتھ پھیرا۔ ایڈم کی طرح اس نے کتاب بند نہیں کی۔ اسے پھینکا نہیں۔ ملعون نہیں سمجھا۔

وہ کتاب کو پڑھتے ہوئے سر جھکائے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی گئی۔ اسے اپنے مستقبل کے خواب آنا بند ہو گئے تھے اور یہ کتاب واحد ذریعہ تھا اپنا مستقبل جاننے کا۔

مستقبل؟ یا پھر شاید وہ ماضی تھا؟

☆☆==========☆☆

دو ماہ بعد:

سڑک کے دونوں اطراف ہوٹلز کی بلند عمارتیں تھیں۔ آج آسمان پہ سیاہ بادل پھیلے تھے تو سڑک بھی ٹھنڈی چھایا کی لپیٹ میں تھی۔ بے فکر لوگ' مصروف لوگ' مضطرب لوگ' سب آگے پیچھے چلتے جا رہے تھے۔

ایسے میں سبز برساتی میں ملبوس لڑکی' سر کو ہڈ سے ڈھکے' جیبوں میں ہاتھ ڈالے مخالف سمت سے چلتی آ رہی تھی۔ چند گز دور ایک شیشوں سے ڈھکا ہوٹل تھا جس کے داخلی دروازے کے سامنے ایڈم کھڑا تھا۔ تالیہ نے ابھی تک اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ادھر ادھر دیکھتی مگن سی قدم اٹھا رہی تھی۔

دفعتاً ایک چھوٹا بچہ دور سے بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا اور اس کو کہنی سے تھام کے روکا۔ وہ مڑ کے اس

کی بات سننے لگی، پھر ایڈم نے دیکھا کہ اس نے سبز قمیض کی جیب سے چند نوٹ نکال کے بچے کے ہاتھ میں دیے ہیں۔ وہ بچہ بھکاری نہیں تھا مگر غریب لگتا تھا۔ پیسے لے کر وہ فوراً بھاگ گیا۔

"تو اب آپ چیریٹی بھی کرتی ہیں؟" جب وہ قریب آئی تو وہ مسکرا کے بولا۔ تالیہ نے بھی مدھم مسکراہٹ کے ساتھ کندھے اچکا دیے۔

"وہ بھی جائز آمدنی سے۔" ہڈ کے ہالے میں اس کا چہرہ مطمئن لگ رہا تھا۔ ہر بوجھ سے آزاد۔

"بالکل۔ اب تو آپ انویسٹی گیٹر ہیں اور لوگ آپ کو اپنے مسئلوں کے حل کے لئے بھاری رقوم دیتے ہیں۔ مگر آپ اچھا کرتی ہیں کہ دوسروں کی مدد کرتی ہیں۔ جانتی ہیں صدقات کیوں انسان کو اچھا محسوس کرواتے ہیں؟"

وہ دونوں ایک ساتھ ہوٹل کے اندر داخل ہوئے۔ سفید مرمریں فرش سے بنی لابی دوپہر کے وقت چمک رہی تھی۔ وہ ریسیپشن سے گزر کے لفٹ کی طرف جانے لگے۔

"کیوں؟" اس نے دیوار پہ لگے شیشے میں اپنے ساتھ چلتے ایڈم کا عکس دیکھ کے پوچھا۔

وہ اب چیک والی قمیض نہیں پہنتا تھا نہ اس کے بال فوجیوں کے انداز میں کٹے ہوتے تھے۔

اس نے گول گلے والی سفید شرٹ پہ پوری آستین کی سیاہ شرٹ پہن رکھی تھی جس کے بٹن کھلے تھے۔ جینز کے نیچے تسمے والے بھورے بوٹ تھے۔ بال ماتھے پہ کٹے ہوئے گرتے تھے اور ہلکی ہلکی شیو اب اس کے چہرے کا حصہ بن چکی تھی۔

"کیونکہ صدقہ انسان کو غنی کرتا ہے۔" پر اعتماد سا ایڈم اس شاندار لابی میں چلتے ہوئے اردگرد سے بے نیاز بتا رہا تھا۔ "جو اسے محبوب ہے اس کی زنجیروں سے آزاد کرتا ہے۔ پیسہ سب کو محبوب ہوتا ہے۔ انسانوں سے آپ کسی غرض کی وجہ سے محبت کرتے ہیں یا کسی رشتے کی وجہ سے۔ مگر پیسے سے محبت کی ایک ہی وجہ ہوتی ہے۔ اپنی ذات۔ صدقہ ہمارے دل کو اس محبت سے آزاد ہونا سکھاتا ہے اور جب دل

یہ سیکھ لے تو کبھی نہ کبھی وہ دوسری محبتوں سے بھی غنی ہو ہی جائے گا۔"

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی چوٹ کر گیا تھا۔ اس کے ساتھ چلتے ہوئے سبز ہڈ والی لڑکی نے مسکرا کے اسے دیکھا۔

"تمہارے فلسفوں کا مجھے علم نہیں ہے مگر اتنا عرصہ لوگوں سے لیا ہی ہے۔ اب واپس دینے کا وقت ہے' ایڈم۔ خیر تم نے اس ہوٹل میں سائمن کو ابھی کیوں بلوایا؟ شام تک کا انتظار کر لیتے۔"

"اس ہوٹل کی لوکیشن اچھی ہے نا۔"

لفٹ کے دروازے کھلے تو اس کی نظر سامنے لفٹ سے نکلتی دو لڑکیوں پہ پڑی۔ وہ دونوں باتیں کرتی باہر آ رہی تھیں۔ ایک اسکارف پہنے ہوئے تھی اور دوسری نے نقاب اوڑھ رکھا تھا۔ دونوں کے ہاتھ میں کتابیں تھیں اور چہروں پہ آسودہ مسکراہٹیں۔ وہ رک کے انہیں دیکھنے لگی۔ چہرے پہ اداسی چھا گئی۔

"کچھ لوگ کتنے خوش قسمت ہوتے ہیں ایڈم۔ نیک کام کرنا ان کے لئے کتنا آسان ہوتا ہے۔ خاندان کی حفاظت میں پرورش پائی' اللہ تعالیٰ کے دین پہ قائم رہے' عبادت کی' اچھے کام کیے اور نیک نام رہے۔ وہ کسی کے لئے کانٹا نہیں بنتے۔"

جھرجھری لے کر سر جھٹکا۔ وہ لڑکیاں اب ساتھ سے گزر کے دور جا رہی تھیں۔ ایڈم نے پلٹ کے انہیں دیکھا۔

"ہر شخص کا امتحان مختلف ہوتا ہے۔ بظاہر نیک نظر آنے والے لوگ بھی اپنے اندر ہر وقت شیطانوں سے لڑ رہے ہوتے ہیں۔ ان کے بھی غم ہوتے ہیں۔ وہ بھی ٹوٹتے ہیں۔ ان کے لئے بھی کچھ اچھے کام کرنا آزمائش بنا رہتا ہے۔ کسی کے لئے پردہ' کسی کے لئے زبان کے گناہ' کسی کے لئے آنکھ کی خیانتیں' اور کسی کے لئے سچ بولنا' ہر شخص کا امتحان مختلف ہوتا ہے۔ آپ اپنا موازنہ دوسروں سے نہ کریں۔ آپ اپنی زندگی میں درست سمت میں جا رہی ہیں۔"

اس نے گہری سانس لی اور غور سے ایڈم کو دیکھا۔ "تم اپنی سناؤ۔ بدلتے جا رہے ہو۔"

"اونہوں۔ میں جو اصل میں تھا' وہی زیادہ سے زیادہ بنتا جا رہا ہوں۔"

"اور وہ کیسے؟" اس کے اعتماد پہ تالیہ نے مسکرا کے اسے دیکھا اور پھر لفٹ کی طرف بڑھ گئی۔ وہ اس کے پیچھے آیا۔

"کیونکہ جب میں امیر لوگوں کی محفلوں میں جانے لگا تو میں نے جانا کہ وہ مجھ سے بہتر نہیں ہیں۔ اس لئے میں ان کی ٹیبلو پہ بیٹھ کے چھری کانٹے کی بجائے ہاتھ سے ویسے کھاتا ہوں جیسے بچپن سے کھاتا آ رہا ہوں۔ مجھے اپنے گھر کا پتہ بتانے میں شرمندگی نہیں ہوتی۔ میں ان سے کوئی بھی سوال پوچھ سکتا ہوں کیونکہ میرے پاس کھونے کو نہ اعلیٰ نوکری ہے نہ تخت و تاج۔ پارٹی چیئرمین ڈرتے ہوں گے کہ کرپٹ لوگوں سے ہاتھ نہ ملایا تو اقتدار چھن جائے گا۔ ایڈم بن محمد نہیں ڈرتا۔" مسکرا کے کہتا وہ لفٹ میں داخل ہوا۔ تالیہ نے بٹن پریس کیا ہی تھا' انکھیوں سے نظر آیا' کوئی اور بھی اندر آیا تھا۔

"فورتھ فلور۔" نوارد نے موبائل پہ ٹیکسٹ کرتے ہوئے حکم صادر کیا اور پھر نگاہ اٹھا کے دیکھا تو خود بھی منجمد رہ گیا۔ ایسا منجمد جیسی تالیہ ہوئی کھڑی تھی۔ اس کے لب "تو انکو" میں ڈھلنے لگے مگر خود کو روک دیا۔ سبز ہڈ والا سر ہلایا اور فور کا ہندسہ دبایا۔

فاتح نے ایڈم کو جیسے دیکھا ہی نہیں۔ وہ صرف تالیہ کو دیکھ رہا تھا۔ سر سے پیر تک دو تین دفعہ دیکھا۔ وہ اسے مختلف لگی تھی اور تالیہ کو وہ ویسا ہی لگا تھا۔ سرمئی سوٹ ٹائی میں ملبوس' بالوں کو جیل سے دائیں طرف سمیٹے' چہرے پہ شیو کی نیلاہٹ اور تازہ دم سی مسکراہٹ لیے.... باریسن نیشنل کا صدر اس کے سامنے کھڑا تھا۔

لفٹ خاموشی سے ان تینوں کو اوپر لے جاتی گئی۔

"تم یہاں؟ کیسی ہو؟" اس نے مسکرا کے اسے دیکھتے ہوئے ایک ساتھ کئی سوال کیے۔ تالیہ نے ایک

مشکوک نظر ایڈم پہ ڈالی۔ (لوکیشن مائی فٹ۔ وہ سب جانتا تھا۔)

لمحے بھر کو تو ایڈم بھی گڑبڑا گیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ اس وقت یہیں ملے گا لیکن وہ ان کے ساتھ بغیر سیکیورٹی کے لفٹ میں داخل بھی ہو جائے گا' یہ اس کے لیے غیر متوقع تھا۔ یا شاید قسمت ان تینوں کو ایک ساتھ جوڑے رکھتی تھی۔

"ٹھیک ہوں۔ اور آپ فاتح صاحب۔" وہ رکھائی سے اس کو دیکھ کے بولی۔ لہجے کی کڑواہٹ اتنی شدید تھی کہ ایڈم نے بھنویں بھینچ کے اسے گھورا۔ (اب صلح کرلیں۔)

"میں ٹھیک ہوں۔ اچھا ہوا تم سے ملاقات ہوگئی۔ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔" وہ موبائل اٹھائے یوں کہہ رہا تھا جیسے دونوں کے درمیان کوئی تلخی نہ ہوئی ہو اور بات ختم کر کے واپس ٹیکسٹ کرنے لگ جائے گا۔ جیسے تالیہ نے اس کی ساری میز کبھی نہ الٹی ہو۔

"آپ کے پاس میرا نمبر موجود تھا' فاتح صاحب۔ آپ پوچھ لیتے..."

"یہ پراسیکیوٹر احمد نظام کون ہے؟" اس نے سادگی سے پوچھا اور تالیہ کے چہرے کے سارے زاویے درست ہوئے۔

"جی؟" وہ ایک دم سیدھی ہوئی۔

لفٹ کے دروازے کھلے تو سفر ختم ہوگیا۔ فاتح باہر نکلتے ہوئے عام سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"مجھے اس کی کال آئی تھی۔ وہ مجھ سے تمہارے حوالے سے ملنا چاہتا ہے۔ آج شام وہ میرے گھر آئے گا۔ کیا تمہیں کچھ اندازہ ہے کس سلسلے میں؟"

وہ تو جہاں تھی وہیں رہ گئی' البتہ اسی پل فاتح نے محسوس کیا کہ ساتھ والا شخص بھی وہیں کھڑا ہے۔ نظر اٹھائی تو دیکھا' وہ ایڈم تھا۔ وان فاتح خوشگوار حیرت سے مسکرایا اور ہاتھ بڑھایا۔

"ایڈم.... یو لک گڈ۔"

ایڈم نے مسکرا کے ہاتھ تھاما۔ ”سوڈ ویئ سر۔“ دونوں کے ہاتھ جدا ہوئے تو دونوں کی نظریں تالیہ کی طرف مڑیں جو ششدر کھڑی تھی۔ ان کو متوجہ پا کے وہ ذرا سنبھلی۔

”آپ کے... آپ کے خیال میں وہ آپ سے کیوں ملنا چاہتا ہے؟“ سرسری سا لہجہ بنا کے فاتح کو غور سے دیکھا۔ کچھ دیر کے لیے ناراضی پس پشت ڈال دی۔

اس نے محض شانے اچکائے۔ ”یہ تو شام کو پتہ چل جائے گا۔ لیکن اگر کوئی بات ہے جو مجھے پہلے سے معلوم ہونی چاہیے تو تم مجھے بتا سکتی ہو۔“

وہی ازلی دوستانہ انداز... وہی حوصلہ افزاء مسکراہٹ۔ تالیہ نے تاثرات پھر سے پتھر کر لئے۔

”مجھے کیا معلوم' فاتح صاحب۔ سیاستدانوں کے ساتھ کام کرنے کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ ایک سرکاری پراسیکیوٹر مجھ سے وہی قیمت وصول کرنا چاہتا ہے۔ خیر.... مجھے دیر ہو رہی ہے۔“

”اچھا لگا تمہیں یہاں دیکھ کے تاشہ۔ امید ہے تم ٹھیک ہو گی۔“ اس کی ساری رکھائی کے جواب میں مسکرا کے اتنا کہا اور موبائل کو دیکھتا آگے بڑھ گیا۔

”آپ کو ان سے صلح کر لینی چاہیے تھی۔“ وہ اس پہ خفا ہوا تو تیزی سے آگے بڑھتی تالیہ نے چہرہ موڑ کے اسے گھورا۔

”تم نے جان بوجھ کے مجھے یہاں بلایا۔ کیوں؟“

”کیونکہ ایڈم تو ہمیشہ ایسا کرتا ہے۔“

اس کے الفاظ پہ ماضی کی یاد کسی ہوا کے جھونکے کی طرح تالیہ کے ذہن سے ٹکرائی۔ جب وہ نیلامی کے بعد سن باؤ کی غلامی میں گیا تھا اور دونوں کی آپس میں تلخی ہو گئی تھی' تب بھی ایڈم نے ان کو 'جیا' کے چائے خانے پہ اکٹھا کیا تھا۔

”کیوں کرتے ہو تم ایسا؟ ہمیں ناراض کیوں نہیں رہنے دیتے؟“

"کیونکہ دوست اسی لئے ہوتے ہیں۔" وہ سادگی سے مسکرایا۔ کچھ تھا جو اس میں بدل گیا تھا۔ کچھ تھا جو اس کے اندر آ گیا تھا۔ بے نیازی اور اعتماد' مگر سادگی کے ساتھ.... نہ کہ بناوٹی اور مصنوعی۔

"مجھے ان سے صلح نہیں کرنی۔ اور یہ.... یہ پراسیکیوٹر.... میں سمجھی تھی میری جان اس سے چھوٹ گئی ہے مگر اُف...." وہ غصے سے بولتی تیز تیز چل رہی تھی۔

"کہاں جا رہی ہیں؟ ریستوران اس طرف ہے۔" وہ اسے سیڑھیوں کی طرف جاتے دیکھ کے حیران ہوا۔

"سائمن سے تم خود ملاقات کرو۔ میں اس وقت یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔ مجھے اس پراسیکیوٹر کو فاتح سے ملنے سے روکنا ہے۔ پتہ نہیں کیا کیا بول دے وہ میرے بارے میں۔ وہ مجھے فراڈ سمجھیں' یہ مجھے گوارا نہیں ہے۔"

"چے تالیہ!" وہ ہکا بکا رہ گیا۔ وہ سیڑھیوں کے دہانے پہ رکی' گہری سانس لی اور اس کی طرف گھومی۔

"ایڈم۔ تم اکیلے اس معاملے کو ہینڈل کر سکتے ہو۔ خود پہ یقین رکھو۔ مجھے جانا ہے ابھی۔" اس کے انداز میں تسلی بھی تھی اور منت بھی۔ ایڈم جان گیا کہ وہ اسے مزید نہیں روک سکتا۔

ہڈ والی لڑکی کسی بلی کی طرح تیز تیز سیڑھیاں پھاند گئی۔

"ایڈم۔ کیسے ہو؟" وہ ریستوران میں آیا تو سائمن سامنے ہی ایک میز پہ بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کے مسکرا کے ہاتھ ہلایا البتہ کھڑا نہیں ہوا۔ ایڈم بھی چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ سجائے اس کے سامنے جا بیٹھا۔

"مزید کتنی ای میلو کریک کیں تم نے؟" وہ دلچسپی سے پوچھنے لگا۔

"ان گنت۔ تقریباً پچاس نام مزید سامنے آئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے دو ماہ ہم نے ہانگ کانگ پیپرز نامی ٹوئیٹر ہینڈل کی بہت پروموشن کر لی۔ ہر روز میں ٹوئیٹ کرتا ہوں کہ مزید نام جلد آ رہے ہیں۔ اس سے پہلے کہ لوگ اکتا جائیں' ہمیں وہ تمام نام وہاں

ڈال دینے چاہییے ہیں۔" وہ اب بے چین ہو رہا تھا۔

"بالکل' سائمن۔ دو ماہ آپ نے میرے ہینڈل کی جتنی پروموشن کی میں اس پہ آپ کا شکر گزار ہوں۔ اور اسی لئے میں نے ابھی دو منٹ پہلے شکریے کی ویڈیو ٹویٹ کر دی ہے۔ اور ساتھ ہی صوفیہ رحمن کے وکلاء کی ای میلز بھی۔"

کرسی پہ ٹیک لگا کے بیٹھے نوجوان کے انداز میں کچھ تھا جو سائمن کو چونکا گیا۔ وہ جو بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا' ایک دم وقت کے سارے حساب کتاب اس کے لیے غیر ضروری ہو گئے۔

"تمہارا ہینڈل؟"

"چونکہ اس کا پاسورڈ میرے پاس ہے تو وہ میرا ہی ہینڈل ہوا نا۔ اوہ اور میں نے اس کا نام ہانگ کانگ پیپرز سے بدل کے ایڈم بن محمد رکھ دیا ہے۔ ساتھ ہی اس کو ویریفائی بھی کروا چکا ہوں۔ نیلا ٹک یو نو۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ میں اس ہینڈل کے ذریعے....." سائمن غصے سے کہنے لگا۔

"تم نے لوگوں کو صرف یہ بتایا ہے کہ ہانگ کانگ پیپرز کے نام اس ہینڈل پہ آئیں گے اور تمہاری اس بھرپور پرموشن کا میں نے اپنی پہلی ویڈیو میں شکریہ بھی ادا کیا ہے۔ اب تم چاہو تو اس ہینڈل کو نہ بھی پروموٹ کرو کیونکہ اب میں ملکی اور بین الاقوامی میڈیا کی بھرپور توجہ لینے میں کامیاب ہو چکا ہوں۔ آج رات میں پہلی پریس کانفرنس کر رہا ہوں جس میں میں چند پیپرز میڈیا کو دکھاؤں گا۔"

سائمن کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ اچنبھے کی سی حالت میں تھا۔ اور جب اسے سمجھ آیا تو...

"ایک منٹ.... ایک منٹ... ابھی میں ایک ٹویٹ کروں کہ تم نے میرا ہینڈل چرا لیا ہے تو جانتے ہو کیا ہو گا؟"

''اور جو تم نے میری اسٹوری چرائی' اس کا کیا' سائمن؟ اونہوں۔'' ایڈم نے مسکرا کے نفی میں سر ہلایا۔'' تم نے دو ماہ ایک ٹوئیٹر اکاؤنٹ کی پروموشن کی اور میں ایک نیا رپورٹر پہلی ویڈیو میں تمہارا شکریہ ادا کر رہا ہوں۔ تصور کرو۔ اس کے بعد تم اچانک سے مجھے چور کہنے لگو تو جانتے ہو لوگ کیا کہیں گے؟'' وہ آگے ہوا اور اس کی آنکھوں میں جھانکا۔''لوگ کہیں گے' سائمن فوسٹر ایک نوجوان صحافی سے جیلس ہو گیا ہے ''

سائمن نے جبڑا بھینچ لیا۔ اس کی رنگت سرخ پڑ رہی تھی۔

''میں جو چاہے کہہ سکتا ہوں۔''

ایڈم پیچھے ہوا اور اسی سکون سے بات جاری رکھی۔

''اور بالفرض تم کہہ بھی دو کہ میں نے تمہاری اسٹوری چرائی ہے تو کوئی اصلی کاپی تو ہو گی نا تمہارے پاس اس اسٹوری یا ان ای میلو کی؟ اوہ سوری یاد آیا۔ میں نے تو تمہیں مزید کوئی ڈاکومنٹس دیے ہی نہیں۔ سو اس وقت تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ بڑے دل سے ایک نوجوان صحافی کو اپنا کیریئر بنانے دو۔''

پھر وہ اٹھا اور اپنے سینے پہ انگلی سے دستک دیتے ہوئے جتا کے بولا۔'' ہانگ کانگ پیپرز ایڈم بن محمد کی اسٹوری ہے۔ دوری نگارہ ملایو ایڈم بن محمد کی کتاب ہے۔ یہی سچ ہے اور اللہ سچ کا خدا ہے۔ میں اس کتاب کو ضرور چھپواؤں گا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ ملایا کے '' کانٹوں'' کی فہرست میں تمہارا نام شامل نہ ہو تو میرے راستے کا کانٹا مت بننا۔''

''تو تم یہاں یہ سب کہنے آئے تھے؟'' وہ چبا چبا کے بولا تو ایڈم مسکرا دیا۔

''میں تمہارے چہرے کے یہ تاثرات دیکھنے آیا تھا جو دھوکہ کھا جانے والے اسکامر کی قسمت میں لکھ دیے گئے ہوتے ہیں۔ اب دیکھ لیے سو چلتا ہوں۔'' ہاتھ کو ماتھے تک لے جا کر الوداع کہا اور میز کے

پیچھے سے نکل کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"میں تمہیں دیکھ لوں گا' ایڈم۔ تم مجھے ابھی نہیں جانتے۔" پیچھے سے سائمن نے سرد لہجے میں پکارا تھا۔ وہ اَن سنی کر کے باہر نکل گیا۔ اس کے فون پہ رپورٹرز اور چینل والوں کی کالز پہ کالز آئے جا رہی تھیں۔ سب ایڈم بن محمد کے لائے گئے کاغذات پہ بات کرنے کے لئے بے چین تھے۔

اس وقت اگر سائمن ٹوئیٹ کرتا بھی تو اس کا فائدہ نہ تھا۔

☆☆==========☆☆

عدالت سے ملحقہ عمارت میں اس وقت معمول کی کارروائیاں جاری تھیں۔ لابی کی اونچی چھت سے لٹکتے فانوس دن کی روشنی کے باعث بجھے ہوئے تھے۔ وسط میں کشادہ سیڑھیاں بنی تھیں جو کئی منزلوں تک اوپر جاتی تھیں۔ سیڑھیوں کے آس پاس جگہ جگہ بیٹھنے کے لئے صوفے اور بنچ نصب تھے۔ ایسے ہی ایک بنچ پہ سر کو ہڈ سے ڈھکے لڑکی بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا اور چبھتی ہوئی آنکھیں زینوں پہ جمی تھیں جہاں سے پراسیکیوٹر احمد نظام نے نیچے اترنا تھا۔ یہ ان کی چھٹی کا وقت تھا اور انہوں نے آفس سے نکلتے ہی سیدھا فاتح بن رامزل کی رہائشگاہ پہ جانا تھا۔

اِلّا یہ کہ تالیہ مراد ان کو روک دے۔

پچھلے ایک گھنٹے میں وہ جتنے دوستوں سے بات کر سکتی تھی' اس نے مدد مانگ کے دیکھ لی تھی۔ سب کا کہنا تھا کہ اگر وزیرِ اعظم صاحبہ کے آفس سے کیس کھولنے کا حکم آتا ہے' تو اسے صرف دو چیزیں بند کروا سکتی ہیں۔ وزیرِ اعظم کا حکم نامہ..... یا پراسیکیوٹر کی موت۔

تالیہ کا دایاں ہاتھ جیب میں موجود خنجر کو محسوس کر سکتا تھا۔ اگر وہ اس خنجر کو پراسیکیوٹر کی شہ رگ میں اتار دے تو نوے فیصد امکان تھا کہ کیس رک جائے گا۔ اگر وزیرِ اعظم یہ کیس کسی اور کو دے بھی دے تو نہ اگلے شخص کے پاس پراسیکیوٹر احمد نظام جیسا جذبہ ہوگا اور نہ ہی دماغ۔ قوی امکان ہے کہ لوگ اس کیس

سے ڈرنے لگ جائیں اور اس کو جلدی جلدی ٹھپ کر دیں گے۔ دس فیصد امکان اس بات کا تھا کہ تالیہ مراد کو پراسیکیوٹر احمد نظام کے قتل میں ملوث سمجھا جائے لیکن اگر وہ اپنی alibi کا بندوبست کر لے تو اس امکان کو بھی رد کیا جاسکتا تھا۔

مگر سوال یہ تھا کہ کیا وہ پراسیکیوٹر کو مار سکتی تھی؟ یا اس کو ڈس کریڈٹ کرنے کے لئے اس پہ کوئی بڑا الزام لگا کے اس کو نوکری سے نکلوا سکتی تھی؟

چند ماہ پہلے والی تالیہ مراد ہو یا حال کی تالیہ... وہ کسی کو نہیں مار سکتی تھی۔ ہاں شہزادی تاشہ جائز وجہ پہ قتل بھی کر سکتی تھی لیکن تالیہ..... وہ قاتلہ نہیں تھی۔ نہ وہ اس وقت یہاں پراسیکیوٹر کو مارنے کے لئے بیٹھی تھی۔ وہ دوسرے آپشن پہ غور کر رہی تھی۔ ایک عزت دار شخص کو جاب سے نکلوانا واحد آپشن تھا جو چند ماہ قبل والی تالیہ استعمال کر سکتی تھی۔ وہ مالی کرپشن یا کسی غیر اخلاقی حرکت کے ثبوت بنا کے انٹرنیٹ پہ ڈال سکتی تھی اور چند گھنٹوں میں پراسیکیوٹر احمد نظام کا نام خاک میں مل جانا تھا۔ سوشل میڈیا نے عزتوں کے ساتھ کھیلنا ویسے بھی بہت آسان بنا دیا تھا۔

ہڈ سے سر کو ڈھانکے' بنچ پہ مجسمے کی طرح بیٹھی لڑکی سوچتی نظروں سے سیڑھیوں کو دیکھے جا رہی تھی۔

مگر سارا مسئلہ یہ تھا کہ انسان کو اس کے ضمیر کا واپس مل جانا بھی ایک curse بن جاتی ہے۔ تالیہ مراد اب ان Cursed لوگوں میں سے ہو چکی تھی جن کو اچھائی اور برائی کے درمیان فرق کرنا آ جاتا ہے۔

(اگر میں ایک آخری دفعہ کچھ غلط کر لوں اور بعد میں....)

اندر سے پرانی تالیہ نے سر اٹھانا چاہا تو سبز ہڈ والی لڑکی نے زور سے سر جھٹکا۔

نہیں۔ ایڈم کہتا تھا کہ توبہ گناہ سے پہلے نہیں کی جاتی۔ کوئی گناہ آخری گناہ سمجھ کے نہیں کیا جاتا۔ برادرانِ یوسف نے بھی یہی کہا تھا۔ بس ایک یہ آخری گناہ کر لیں۔ یوسف کو مارنے کا.... پھر ہم نیکو کار بن جائیں گے۔ یہ کہنا آسان تھا کہ 'اس گناہ کے بعد توبہ کر لیں گے' مگر کس کو گارنٹی تھی کہ اللہ توبہ کی

توفیق بھی دے گا؟ اور اگر دی تو اسے قبول بھی کرے گا؟ جو غلط ہے وہ غلط ہے۔ وہ ایک اچھے انسان کے ساتھ برا نہیں کر سکتی تھی۔

اس نے بائیں جیب میں ہاتھ ڈالا اور پاکٹ سائز بنگار املا یو نکالی۔ اس کی برساتی کی جیب میں وہ آرام سے پوری آ جاتی تھی۔ وہ اس کتاب کو کئی دفعہ پڑھ چکی تھی۔ ایک نیک دل مگر بہادر شہزادی کی داستان بچوں کو کورس میں اس لئے پڑھائی جاتی تھی تاکہ وہ سچ اور جھوٹ میں تمیز کر سکیں۔ آخری تین ابواب بھی اس نے پڑھ لئے تھے۔ وہ کس نے لکھے تھے جبکہ وہ وقوع پذیر ہی نہیں ہوئے تھے' وہ نہیں جانتی تھی' نہ ہی اس کو ان سے سروکار تھا کیونکہ تالیہ مراد جانتی تھی کہ اپنی قسمت سے کوئی نہیں لڑ سکتا۔ جو اس کے لیے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے وہ اسے مل جائے گا۔

اس نے تیسرا باب کھولا اور صفحے پلٹائے۔ یہ اس کا پسندیدہ منظر تھا اور یہ ایسے ہی ہوا تھا۔ ایڈم کو جانے کیسے معلوم ہوا تھا۔ ایک روز وہ مراد راجہ کے ساتھ سلطنت محل سے نکل رہی تھی اور اس کا موڈ خراب تھا۔ کیونکہ مراد راجہ اس کو ہر روز مختلف استادوں کے پاس بھیج دیتا تھا جو اسے بہت سے علوم سکھانے بیٹھ جاتے تھے۔ وہ ان ساری مشقوں سے تنگ آ گئی تھی۔

وہاں محل کے باغیچے میں کھڑے ہوئے اس نے اپنے باپ کو سخت سست سنائیں اور واپس جانے کے لئے مڑی تو مراد راجہ نے تحمل سے چند الفاظ کہے جو شہزادی تاشہ نے ضبط سے سن لئے اور برے منہ کے ساتھ جبراً اتالیق کے ساتھ چلی گئی۔ وہ الفاظ تب اسے اچھے نہیں لگے تھے۔ وہ الفاظ اب اسے یاد آئے تھے.....

کتاب کھولی تو پلک جھپکتے میں اس کی سبز برساتی لمبے اور کامدار زرد لباس میں بدل گئی جس پہ موتی لگے تھے۔ سر پہ تاج اٹکا اور گھنگریالے سنہرے بال شانوں پہ گرنے لگے۔ وہ مغموم سی اس بینچ پہ بیٹھی تھی اور اس کے ساتھ مراد راجہ بیٹھا تھا۔ وہ اپنے پاجامے اور چھوٹی قمیص میں ملبوس تھا۔ شانوں تک آتے سیاہ بال

اور ماتھے پہ بندھی سرخ پٹی آج بھی اس کے وجود کا حصہ تھی۔

عدالتی عمارت کی لابی میں وکلاء اور سائلین تیز تیز اوپر نیچے آ جا رہے تھے اور وہ دونوں... قدیم ملاکہ کے لوگ.... ان سب سے الگ تھلگ..... بنچ پہ بیٹھے تھے۔ تاشہ نے اداس پلکیں اٹھا کے مراد کو دیکھا۔

"بابا میں کیا کروں؟ میں تھک گئی ہوں۔"

مراد مسکرایا تو اس کی آنکھوں کے گرد سانولی رنگت پہ جھریاں پڑنے لگیں۔

"تم اس وقت بہت کچھ سیکھ رہی ہو مگر یہ سیکھنا تمہیں نہیں تھکا رہا۔"

"تو مجھے کیا چیز تھکا رہی ہے؟"

"یہ خوف کہ ان اسباق کا نتیجہ کچھ نہیں نکلے گا۔"

"اور اس سب کا نتیجہ کیا نکلے گا؟"

"تمہیں ابھی بھی نہیں سمجھ آیا کہ میں تمہیں کیوں یہ سب سکھا رہا ہوں؟"

وہ پھر سے مسکرایا جیسے اس روز باغیچے میں یہ الفاظ کہتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"کیوں؟"

"اس لئے نہیں کہ تم ماہر نشانہ باز بن جاؤ' یا تمہیں تلوار زنی آ جائے' یا تم ادب اور کتابوں کا علم جان لو۔ نہیں تاشہ.... میں چاہتا ہوں کہ تم صبر کرنا سیکھ لو۔ زندگی یہ تمام اسباق تمہیں صبر سکھانے کے لئے دے رہی ہے۔ اور جنگجو کا صبر جانتی ہو کیا ہوتا ہے؟ لڑائی کو وقت سے پہلے روک دینا نہیں۔ اونہوں۔ یہ تو ڈرپوک لوگ کرتے ہیں۔ صابر لوگ جنگ کا انتظار کرتے ہیں اور جب کوئی ان سے جنگ کرنے آتا ہے تو وہ اس کا سامنا کرتے ہیں۔ جنگ سے پہلے اپنے حریف کو مار دینا یا بھگا دینا بزدلی ہے۔ عیاری ضرور ہو گی مگر بزدلی ہے۔ بہادری مقابل کا سامنا کرنے کا نام ہے۔"

"جنگیں مار دیتی ہیں' بابا۔"

"مرتو آدمی جنگ کے بغیر بھی جاتا ہے۔کبھی طاعون سے۔کبھی پہاڑ سے گرنے سے اور جنگ میں مرنے والے بھی سارے ایک سے نہیں ہوتے۔کچھ خوف سے بھاگتے ہوئے پیٹھ میں تیر کھا کے مرتے ہیں اور کچھ میری بیٹی...." وہ اس کی طرف جھکا اور مسکرا کے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"کچھ اپنے مقابل کو للکار کے کہتے ہیں کہ آؤ' میرا سامنا کرو۔ایسے لوگ سینے پہ تیر کھا کے مر بھی جائیں تو عزت سے مرتے ہیں۔اور انسان کو سب سے زیادہ ضرورت اپنی نظروں میں معتبر رہنے کی ہوتی ہے۔اگر تم صبر اور بہادری نہیں سیکھو گی تو اپنے دشمن کی آنکھوں میں دیکھ کے لڑنا کیسے سیکھو گی؟"

شہزادی نے آنکھیں بند کیں اور جب کھولیں تو وہ سبز ہُڈ پہنے بیٹھی تھی۔

قدیم ملاکہ کا فسوں وقت کے غبار میں غائب ہو چکا تھا۔

سیڑھیوں سے پراسیکیوٹر احمد نظام اترتے دکھائی دے رہے تھے۔چونکہ وہ نیچے ایک کونے میں بیٹھی تھی اس لئے ان کی اس طرف پشت تھی۔اس نے ہُڈ کو مزید نیچے سرکایا تا کہ چہرہ چھپ جائے اور چبھتی ہوئی آنکھوں سے اس ادھیڑ عمر پراسیکیوٹر کو تیز تیز زینے عبور کرتے دیکھا۔

"میں ایک بہادر لڑکی ہوں' پراسیکیوٹر صاحب۔میں آپ سے نہیں ڈرتی۔آپ مجھے ملایا کا کانٹا ثابت کرنے پہ تلے ہیں مگر میں ملایا کا پھول ہوں۔میں اپنی نظروں میں معتبر ہوں۔آپ نے جو کرنا ہے کر لیں۔میں آپ کی ہر عدالت کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہوں۔" اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔اسے کچھ نہیں کرنا تھا۔اب جو بھی ہوگا وہ اس کا مقابلہ کرے گی۔

وہ کتاب جیب میں ڈال کے اٹھی اور مخالف سمت بڑھ گئی۔

زینے اترتے پراسیکیوٹر لمحے بھر کو رکے' اور پلٹ کے اس کونے میں دیکھا۔وہاں ایک خالی سنگی بینچ رکھا تھا۔یونہی لمحے بھر کو انہیں گمان ہوا تھا کہ وہاں کوئی بیٹھا ان کو دیکھ رہا ہے۔انہوں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔لابی میں لوگ مسلسل آ جا رہے تھے۔آوازیں' باتیں' قہقہے' شور۔کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہ تھا۔وہ سر

جھنگ کے آگے بڑھ گئے۔ انہیں فاتح صاحب کے گھر وقت پہ پہنچنا تھا۔

☆☆==========☆☆

وان فاتح کی رہائشگاہ پہ وہ شام ڈھیروں سوگواریت لے کر اتری تھی۔ ڈرائنگ روم میں صرف زرد ٹیبل لیمپ روشن تھے۔ سفید بتی نہ جلانے کے باعث ماحول خوابناک اور پراسرار سا لگ رہا تھا۔

بڑے صوفے پہ فاتح رامزل ٹانگ پہ ٹانگ جمائے 'بازو پشت پہ پھیلائے بیٹھا سنجیدگی سے احمد نظام کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ابھی ابھی آفس سے آیا تھا اور اس پراسیکیوٹر کو اپنے انتظار میں پایا تھا۔ اس نے بس ٹائی اتاری' باقی سرمئی کوٹ اور سفید شرٹ صبح والی ہی پہنے رکھی اور یہاں آ گیا۔ عصرہ سامنے والے صوفے پہ براجمان متجسس سی دکھائی دیتی تھی۔ غالباً احمد نظام نے ابھی تک مدعا بیان نہیں کیا تھا۔

"تو آپ فاتح کی ایکس.....(عصرہ نے ایکس پہ زور دیتے ہوئے کنکھیوں سے اسے دیکھا) چیف آف اسٹاف کے بارے میں بات کرنے آئے ہیں؟" کانوں میں موتی اور خوبصورت آنکھوں میں مسکراہٹ سجائے وہ ملکہ کی سی تمکنت سے اپنے شوہر کے برابر میں بیٹھی تھی۔

"جی۔ ہماری ڈیپارٹمنٹ کو تالیہ مراد کے بارے میں Tip ملی تھی کہ وہ...."

"کس نے Tip دی تھی؟" وہ پراسیکیوٹر سے نظریں ہٹائے بنا بولا تو احمد نظام جو ایک فائل کھول رہے تھے' رک کے اسے دیکھنے لگے۔

"Tip دینے والے کا نام صیغہ راز میں رکھا جاتا ہے۔ آپ جیسے ماہر وکیل کو تو اس بات کو سمجھنا چاہیے۔" ان کے لہجے کے طنز پہ عصرہ کے ماتھے پہ بل پڑے۔

"کیئرفل' پراسیکیوٹر صاحب۔ آپ اس وقت بی این کے چیئرمین سے بات کر رہے ہیں۔"

"میں ایک وکیل ہوں' مسز عصرہ اور میں ایک ساتھی وکیل سے بات کرنے آیا تھا۔"

"میں آپ کا ساتھی وکیل نہیں ہوں۔ میں تالیہ کا باس ہوں۔ یہ ذہن میں رکھ کے بولتے جائیے۔

مجھے ایک ڈنر پہ پہنچنا ہے۔" وہ جس طرح چبھتی نظریں احمد نظام پہ جمائے سپاٹ انداز میں بولا تھا' عصرہ نے چہرہ موڑ کے "ایکس باس" کہنا چاہا مگر فاتح کے ماتھے کے بل اور چہرے کی ناگواری دیکھ کے وہ ٹھہر گئی۔

"بہت بہتر۔ میں نے دو ماہ تالیہ مراد کے بارے میں تفتیش کی ہے اور...." انہوں نے گہری سانس لے کر سامنے رکھی فائل کھولی جس میں کاغذات رکھے نظر آ رہے تھے۔ "میں اس نتیجے پہ پہنچا ہوں کہ وہ لڑکی ایک اسکامر ہے۔ ایک کون آرٹسٹ اور ایک آرٹ تھیف۔ وہ مختلف حلیے بدل کے اپنے ٹارگٹ کے قریب جاتی ہے اور اس کے پاس سے کوئی نایاب چیز چرا لیتی ہے۔" وہ فاتح کے چہرے کو دیکھتے ہوئے مسکرا کے کہہ رہے تھے۔ "تالیہ مراد ایک چور ہے۔ ایک بہروپیہ۔ ایک فراڈ۔"

ڈرائینگ روم میں چند لمحے کے لئے موت کا سناٹا چھا گیا۔ عصرہ کے ماتھے کے سارے بل غائب ہو گئے۔ کندھے سیدھے ہوئے اور لب کھل گئے۔

"آرٹ تھیف؟" وہ چونکی۔ تالیہ اسے جتنی بری لگتی ہو وہ اس حد تک خطرناک ہو سکتی ہے؟ اس نے سوچا بھی نہ تھا۔ ذہن میں پچھلے چند ماہ کے واقعات فلم کی طرح گھومنے لگے۔

"جی۔ وہ نایاب آرٹ ورک کو چراتی ہے اور بلیک مارکیٹ میں بیچتی ہے۔ اس نے ساری دولت اسی طرح کمائی ہے۔"

"اسی لئے اس کے پاس اصلی گھائل غزال تھی۔" عصرہ جیسے خواب سے جاگی۔ اس کے ذہن کو صرف چند لمحے لگے اس ساری معلومات کو پراسیس کرنے میں اور پھر.... اس کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"تو.... تالیہ.... تالیہ ایک چور ہے؟" وہ حیران بھی تھی اور پر جوش بھی۔

"جی۔ میں نے دو ماہ اپنے بہت سے تعلقات استعمال کر کے جرائم کی دنیا کے لوگوں سے بھی چھان پھٹک کی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ وہ چور ہے اور کافی عرصے سے یہ کام کر رہی ہے۔ بلکہ میرے ایک سورس

نے تو یہ بھی بتایا ہے کہ وہ ڈارک ویب پہ ایک اسکام انویسٹی گیٹر کا روپ بھی دھارے ہوئے ہے ۔غالباً (احمد نظام نے کاغذات سے پڑھا) حالم کے نام سے۔"

فاتح اسی طرح صوفے کی پشت پہ بازو پھیلائے' چبھتی نظروں سے احمد نظام کو دیکھے گیا۔حالم کے نام پہ اس کی گردن کی گلٹی ڈوب کے ابھری مگر تاثرات سنجیدہ رہے۔چند لمحے وہ کچھ نہیں کہہ سکا۔پھر بولا تو آواز سرد تھی۔

"تو آپ کہہ رہے ہیں کہ تالیہ مراد خود حالم ہے؟"

"جی۔مگر حالم ہونا اس کا جرم نہیں ہے اس کا اصل جرم فراڈ اور چوریاں...."

"اور وکیل صاحب آپ اس کو کورٹ میں مجرم کیسے ثابت کریں گے؟" وہ وکیل کو ایسے گھور رہا تھا جیسے اسے آنکھوں سے جلا ڈالے۔"یعنی اس ساری کہانی کا کیا ثبوت ہے آپ کے پاس؟"

"ثبوت کی اب کیا ضرورت ہے؟" عصرہ تیزی سے بولی۔"وہ کہہ رہے ہیں کہ ان کے مخبروں نے بھی تالیہ کے فراڈ ہونے کی تصدیق کی ہے۔"

"مگر میرا نہیں خیال کہ کوئی تاشہ کے خلاف گواہی دینے کے لئے تیار ہے۔اگر ایسا ہوتا تو وہ آج جیل میں ہوتی۔مگر وہ بڑی آزادی سے گھوم رہی ہے۔"

"تم اس سے آج ملے تھے؟" عصرہ نے چونک کے اسے دیکھا مگر چبا چبا کے بولتا فاتح اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔

"میرا خیال ہے وکیل صاحب کہ آپ کے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔آپ کا کیس کمزور ہے اور آپ یہاں اس لئے آئے ہیں تاکہ میں تاشہ کے خلاف کچھ فراہم کرسکوں جس سے اس کے اوپر مضبوط کیس بن سکے اور اس کے بدلے میں آپ میرے دامن کو داغدار نہیں ہونے دیں گے۔"

"فاتح صاحب' اگر آپ قانون کی مدد کرنا چاہیں تو...."

"صوفیہ رحمٰن کے شروع کیے گئے کیس کا مقصد صرف سیاسی Victimization اور انتقام ہے۔ میں آپ سے ملاقات پہ اس لئے راضی ہوا تھا کیونکہ آپ کی اچھی شہرت کے سب قائل تھے۔ مگر آپ کا ضمیر آپ کو یہ نہیں بتا پا رہا کہ آپ سیاسی انتقام کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔"

احمد نظام کا چہرہ احساسِ توہین سے سرخ ہوا۔ "میں ایمانداری سے اپنی جاب کر رہا ہوں سر۔"

"واٹ ایور!" وہ کوٹ کا بٹن بند کرتے ہوئے اٹھا۔ "میری پارٹی سے (انگلی سے سینے پہ دستک دی) یا میرے گھر سے کوئی فرد تالیہ کے خلاف آپ کی مدد نہیں کرے گا۔ وہ ہماری ورکر رہی ہے اور ہم سب اس کے ساتھ کھڑے ہیں۔ آپ مجھے کورٹ بلانا چاہیں تو موسٹ ویلکم۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔ عصرہ...." اس کو گھورتے ہوئے عصرہ کو پکارا۔ وہ ساتھ ہی اٹھی۔

"پراسیکیوٹر صاحب کو کچھ کھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی صحت کے پیشِ نظر ڈاکٹر نے ان کو زیادہ میٹھا کھانے سے منع کیا ہے۔"

احمد نظام بدقت مسکرائے اور فائل اٹھا کے کھڑے ہوئے۔

"تالیہ کے خلاف کوئی بھی گواہی دینے کو تیار نہیں ہے یہ درست ہے، اور اس کی فنانشل ٹرانزیکشنز میں ایک بھی جھول نہیں ہے۔ نہ ہی کسی چوری یا فراڈ کا سرا اس تک جاتا ہے۔ اس لڑکی نے بڑی ہوشیاری سے اپنا پیپر ورک تیار کیا ہے۔ مگر وہ ایک جگہ غلطی کر گئی ہے۔ اس کی اس غلطی کے گرد گھیرا تنگ کرنے میں مجھے دو ماہ لگے ہیں۔ آپ کے لئے اچھا تھا اگر آپ وعدہ معاف گواہ بن جاتے مگر خیر...."

عصرہ اس "غلطی" کے لفظ پہ چونکی تھی۔ وہ استفسار کرنا چاہتی تھی مگر پھر فاتح کے بگڑے موڈ کو دیکھ کے چپ رہی۔ وہ بس سرد مہری سے بولا "خدا حافظ۔" اور پراسیکیوٹر کو دروازے کی طرف جانے کا اشارہ کیا ۔گویا کہہ رہا ہو دفع ہو جاؤ۔

احمد نظام دروازے تک گئے، مگر رک گئے۔ پھر پلٹے اور مسکرا کے فاتح کو دیکھا۔

""آپ تالیہ مراد کو 'تاشہ' کہہ کے پکارتے ہیں؟ یعنی آپ اس کی اس کہانی پہ یقین رکھتے ہیں؟""

""کون سی کہانی؟"" وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔ احمد نظام نے جواباً حیران ہونے کی اداکاری کی۔

""آپ کو تالیہ مراد نے نہیں بتایا؟ وہ سمجھتی ہے کہ وہ پندرہویں صدی ملاکہ کی شہزادی تاشہ ہے اور وہ اس دنیا سے ہماری دنیا میں آئی ہے۔ شاید اسی لئے اس کو آپ کے سن باد والے مکان میں بہت دلچسپی تھی۔"" طنزیہ انداز میں کہہ کے وہ آگے بڑھ گئے۔ عصرہ نے تعجب سے انہیں جاتے دیکھا۔

""یہ کیا ہو رہا ہے فاتح۔"" وہ قدرے غصے اور قدرے حیرت سے بولی مگر وہ برے موڈ کے ساتھ باہر نکل گیا۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کے ذہن کے پردے پہ بار بار مناظر ابھر کے غائب ہو رہے تھے

.....

وہ بازار کے وسط میں کھڑا تھا....

سامنے سڑک صاف تھی اور اس پہ شاہی سپاہی چمکتی تلواریں لئے چلتے آ رہے تھے۔ ان کے پیچھے سنہری اور چاندی رنگ کی بگھی تھی جس کی چھت کھلی تھی۔ ایسے کہ بگھی میں بیٹھی 'شاہزادی' صاف دکھائی دے رہی تھی۔

سرخ زرتار لباس پہنے.... سر پہ ہیروں کا تاج سجائے.... بڑی شان سے کہنیاں اطراف میں جمائے وہ مسکراتی ہوئی قطار میں ہاتھ باندھے کھڑے لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ سرخ لباس بگھی کی سیٹ پہ پھول کی طرح پھیلا تھا۔ منادی کرنے والا اس کے بارے میں لوگوں کو آگاہی دے رہا تھا اور لوگ اشتیاق سے گردنیں اٹھا اٹھا کے ایڑھیاں اونچی کر کے اسے دیکھ رہے تھے۔

پھر شہزادی نے ہاتھ اٹھا کے اشارہ کیا تو بگھی بان نے بگھی روک دی۔ کسی نے لپک کے دروازہ کھولا۔ کسی نے نیچے پائیدان رکھا۔ وہ اسی شان سے زینے اترتی نیچے آئی۔۔۔

فاتح نے کرب سے سر جھٹکا اور اسٹڈی میں آ کے دروازہ مقفل دیا۔ پھر وہ تیزی سے کھڑکی تک آیا

اور پٹ کھول دیے تا کہ تازہ ہوا اس کے بند ہوتے ذہن کو جگانے میں کامیاب ہو جائے۔ ساتھ ہی کنپٹیوں پہ ہاتھ رکھ کے آنکھیں بند کیں..... وہ مناظر بہت ٹھوس' بہت حقیقی سے تھے.....

وہ ایک محل کی سیڑھیاں اتر رہا تھا.... اس کو اپنا لباس سفید کرتا پاجامے جیسا نظر آ رہا تھا۔ اس کے آگے ایک فربہی مائل چینی نقوش والا آدمی چل رہا تھا.... سامنے سے وہ چلی آ رہی تھی.... کامدار لباس پہنے' سر پہ تاج سجائے' وہ دھوپ میں چمکتی ہوئی تالیہ تھی.... اس کے اردگرد نوجوان لڑکیوں کا جھرمٹ تھا.... جیسے شہزادی کی کنیزیں ہوں۔ اسے دیکھ کے اس نے سر کو مخصوص انداز میں خم دیا تھا۔ وہ اس کے انداز پہ مسکرایا تھا.....

فاتح نے کراہ کے آنکھیں کھولیں اور پیشانی پکڑ لی۔ اس کا سر بے تحاشا درد کرنے لگا تھا۔

اس نے گہرے گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کرنا چاہا۔

یہ یادیں صرف یادیں نہ تھیں۔ یہ وژن تھے اور تیزی سے ذہن میں اُمڈ تے تھے۔

یہ کیا تھا؟ وہ کیوں تالیہ کو کسی شہزادی کے روپ میں دیکھ رہا تھا؟ ابھی پراسیکیوٹر نے شہزادی کا لفظ بولا.... اس روز تالیہ نے جنگل کا لفظ بولا.... کیا اسے کوئی ذہنی مرض لاحق ہونے لگا تھا جس کے باعث اس کا دماغ اس کے کنٹرول سے باہر جا رہا تھا؟ یا وہ تالیہ کو مس کر رہا تھا؟

وہ وہیں کرسی پہ نڈھال سا بیٹھ گیا اور پانی کا گلاس اٹھا کے پیا۔ طبیعت سنبھلی اور درد کم ہوا تو اندر پھیلا شور خاموش ہو گیا۔

اب کوئی وژن' کوئی یاد.... کچھ دکھائی نہ دیا۔ بلکہ ذہن میں پراسیکیوٹر کی باتیں گونجنے لگیں۔

اس نے فون نکالا اور حالم کے نام کی چیٹ کھولی۔ چند لمحے وہ پرانے میسجز کو پڑھتا رہا۔ پھر تالیہ کی چیٹ سامنے لایا۔ بظاہر دونوں چیٹس میں کچھ بھی ایک جیسا نہ تھا۔ نہ اسپیلنگ' نہ بات کرنے کا انداز .... لیکن پراسیکیوٹر بغیر وجہ کے اتنی بڑی بات نہیں کہہ سکتا تھا۔ کیا اس کو معلوم تھا کہ فاتح نے انویسٹی گیٹر کو

پیسے دیے تھے؟ مگر خیر وہ کوئی قابلِ جرم بات نہ تھی۔ لیکن اگر تالیہ حالم تھی تو....وہ چونکا...وہ فائل چوری کا معمہ...وہ عصرہ کا نام چھپا جانا...ملاکہ کی اس رات کا راز...کیا وہ سب تالیہ کر رہی تھی؟ وہ اتنا عرصہ تالیہ سے بات کرتا رہا تھا؟

اسے اس بات پہ نہ غصہ آیا نہ ہی صدمہ ہوا۔ وہ تعجب سے مسکرا دیا۔

تالیہ مراد حالم تھی؟

اور پھر ایک خیال نے اس کی مسکراہٹ غائب کر دی۔

اگر پراسیکیوٹر کی کہی گئی یہ بات درست تھی تو کیا اس کی دوسری باتیں بھی درست تھیں؟ چور؟ اسکامر؟

اونہوں۔ تالیہ ایسی نہیں تھی۔

فاتح نے سر جھٹکا' فون پہ اپنی کانٹیکٹ لِسٹ کھولی اور ایک سائیکاٹرسٹ کا نمبر نکالا جس کے پاس آریانہ کی موت کے بعد سے اب تک وہ متعدد بار جا چکا تھا۔ اس کی ابتر ہوتی ذہنی حالت اس بات کی غماز تھی کہ اسے ڈاکٹر کو دکھانے کی ضرورت ہے۔

☆☆==========☆☆

اسٹوڈیو کی دیواریں اور فرش طوطے والے رنگ کی شیٹ سے ڈھانکی گئی تھیں۔ رنگ اتنا تیز تھا کہ آنکھوں میں چبھتا تھا۔ ایڈم بن محمد پہلی دفعہ کسی اسٹوڈیو کے اندر آ رہا تھا۔ اور یہ ماحول اس سے یکسر مختلف تھا جو وہ ٹی وی پہ دیکھتا تھا۔

ٹی وی اینکرز کے پیچھے مختلف رنگوں میں پروگرام کا لوگو بنا ہوتا تھا.....یا اپنے شہر کے مشہور مقامات کی تصاویر.....یا اسکرین پہ مناظر چل رہے ہوتے تھے۔ اینکرز جس ڈیسک پہ بیٹھے ہوتے تھے اس پہ بھی پروگرام کا لوگو پرنٹ ہوتا تھا۔ مگر وہ سب ٹیکنالوجی کا دھوکہ تھا۔

درحقیقت ڈیسک' دیواریں' فرش سب سبز ہوتے تھے اور اس سبز میں تصاویر ٹیکنالوجی کی مدد سے بنائی

جاتی تھیں۔ چھت البتہ نہیں دکھائی جاتی تھی۔ اپنی کرسی پہ بیٹھے ایڈم نے گردن اٹھا کے اوپر دیکھا۔ اوپر خلا تھا۔ چھت کافی اونچی تھی اور وہاں تاریں' کیمرہ اسٹینڈز اور پولز دکھائی دیتے تھے۔

''بریک سے واپسی پہ خوش آمدید۔'' ڈائریکٹر نے کیو دیا تو سامنے بیٹھی اسکارف والی اینکر مسکرا کے کیمرے کو دیکھ کے کہنے لگی۔ ایڈم نے دیکھا' وہ جس کیمرے میں دیکھ رہی تھی وہاں ایک اسکرین لگی تھی جس پہ وہ ساری تحریر لکھی آرہی تھی جو وہ بول رہی تھی۔

''ابھی تک ہم ایڈم بن محمد سے صوفیہ رحمن کے بارے میں انکشافات کے متعلق بات کرتے رہے۔ اب ہم ان سے پوچھیں گے کہ یہ ای میلوان کے ہاتھ کہاں سے لگیں۔'' اینکر نے اسٹول موڑ کے ایڈم کی طرف رخ کرلیا اور ساتھ ہی مگ اٹھا کے گھونٹ بھرنے لگی۔

(کیا اس کو واقعی کافی کی طلب ہورہی تھی یا یہ ٹی وی والوں کا Cool لگنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے؟)

وہ ہولے سے کھنکھارا۔ شکر کہ اس کو کیمرے کی بجائے اینکر کو دیکھ کے بات کرنی تھی۔

''یہ مجھے اس فرم کلائیڈ اینڈ لی کے ایک وسل بلوور نے دی ہیں اور صحافتی اقدار کا پاس رکھتے ہوئے میں اس کا نام نہیں بتا سکتا۔ مگر یاد رہے' کہ سائمن فوسٹر جو میرے لئے ایک بڑے بھائی اور مینٹور کا درجہ رکھتے ہیں' اس وسل بلوور سے مل بھی چکے ہیں اور ان کاغذات کی تصدیق بھی کروا چکے ہیں۔ پھر بھی اگر یہ جھوٹے ہیں تو صوفیہ رحمن ان کی تردید کردیں۔'' اینکر کے سامنے بیٹھا ایڈم پورے اعتماد سے کہہ رہا تھا۔ سیاہ کوٹ جس کے آستین کہنیوں تک فولڈ ہوئے سلے تھے' اس پہ کافی اچھا لگ رہا تھا۔

''پردھان منتری صاحبہ نے ابھی تک ان کاغذات پہ خاموشی اختیار کیے رکھی ہے۔ بہر حال آپ کا کہنا ہے کہ آپ کل مزید نام سامنے لا رہے ہیں۔'' وہ جوش سے پوچھ رہی تھی۔ ایڈم نے دیکھا کہ اس لڑکی کا چہرہ فاؤنڈیشن کی تہوں میں چھپا تھا اور آنکھوں پہ اتنا گہرا میک اپ تھا کہ اسے اس پہ ترس آیا۔ (بے چاری۔ اس کے گھر والے اس کو کیسے پہچانتے ہوں گے؟)

"جی میں مزید نام سامنے لا رہا ہوں۔ کل اسی وقت۔ اور اگر اس دوران مجھے کچھ ہو گیا تو یہ نام میرے وکیل کے پاس ہیں۔ وہ ان کو پبلک کر دے گا۔ میں آن ائیر کہہ رہا ہوں کہ مجھے کچھ بھی ہوا تو اس کی ذمہ دار حکومت ہوگی۔"

"ہم دعا کرتے ہیں کہ آپ کو کچھ نہ ہو' ایڈم۔ بہر حال..... آپ کچھ عرصہ پہلے تک وان فاتح کے باڈی گارڈ بھی رہے ہیں اس کے بارے میں کیا کہیں گے۔" وہ نوٹس سے پڑھ کے بولی۔

"باڈی مین۔ ناٹ باڈی گارڈ۔" اس نے بھی اپنا مگ اٹھایا اور Cool لگتے ہوئے گھونٹ بھرا۔ (تب تک جواب سوچ لیا۔) پھر مگ رکھتے ہوئے بولا۔ "میرا ایک دوست ان کا باڈی مین تھا۔ چند دن کی چھٹی پہ گیا تو اس کی مدد کے لئے میں نے ان کے پاس کام کیا۔"

"تو آپ نے وان فاتح کو بطور ایک باس کیسا پایا؟"

وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ سبز رنگ سے اٹا کمرہ بھی خاموشی سے ایڈم کو دیکھ رہا تھا۔ انٹرویو اس سمت جا رہا تھا جس کی توقع ایڈم کو تھی۔ اس کو وان فاتح کے حق میں متعصب بنا کے میڈیا پہ پیش کیا جائے گا تاکہ اس کی کریڈیبلٹی متاثر ہو۔

"وان فاتح ایک اچھے باس ہیں مگر ایک آئیڈیل انسان نہیں ہیں۔" وہ اعتماد سے کہنے لگا۔ اب اس کو Cool لگنے کے لئے کافی کا مگ اٹھانے کی حاجت نہیں رہی تھی۔ "وہ بہت جلدی بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ میں نے گیارہ دن بلکہ اس سے بھی کم ان کے پاس کام کیا اور وہ بار بار میرا نام بھول جاتے تھے۔ میں ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں اور ناگزیر وجوہات کی بنا پہ میں آرمی میں مزید نوکری نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے جاب چاہیے تھی مگر فاتح صاحب اتنے بے نیاز اور خشک انسان واقع ہوئے تھے کہ میں ان سے ایک جاب تک کے لئے نہ کہہ سکا۔ لوگ سیاستدانوں کے پاس بھرتی ہو کے کیریئر بنا لیتے ہیں' کاش میں بھی اتنا شاطر ہوتا مگر یہ میری عزتِ نفس کو گوارا نہیں تھا۔ اگر کلائیڈ اینڈ لی کا وہ ملازم مجھے نہ ملتا اور یہ

فائلز مجھے نہ دیتا اور سائمن.... میرا بھائی..... میرا دوست..... میرے لئے اسٹینڈ نہ لیتا تو ایڈم بن محمد آج اپنے باپ کی طرح ایک دکان پہ سیلز مین ہوتا۔ میرے اس وسل بلوور دوست کا شکریہ میں نے یہ اہم کام سرانجام دیا۔تمہارے ماں باپ کو اب تم سے خفا نہیں ہونا چاہیے' بلکہ تم پہ فخر کرنا چاہیے۔" آخری فقرہ اس نے کیمرے میں دیکھ کے کہا تھا۔

اور ایڈم کے اپنے ماں باپ لاؤنج میں رکھے ڈبے ٹی وی کے سامنے بیٹھے' بنا پلک جھپکے اسکرین کو دیکھ رہے تھے۔ اسکرین پہ نظر آتے ایڈم کا چہرہ آج سانولاہٹ لئے نہیں تھا بلکہ روشنیوں میں چمک رہا تھا۔ چھوٹی چھوٹی شیو' اعلیٰ لباس اور مسکراتی آنکھیں۔ (ایڈم کے پیچھے انہیں پسِ منظر میں ایک اسکرین پہ بہت سے مناظر چلتے نظر آرہے تھے۔ اسکرین جس دیوار پہ لگی تھی وہ دیوار ٹی وی کے پردے پہ مختلف رنگوں سے سجی دکھائی دے رہی تھی۔ اور ہاں وہ لکڑی اور کرسٹل سے بنا خوبصورت ڈیسک جس پہ ایڈم کہنی جمائے بیٹھا تھا۔ وہ کتنی اعلیٰ جگہ پہ بیٹھا تھا... وہ کتنے اعلیٰ عہدے پہ پہنچ گیا تھا۔ وہ ہمیشہ سے ملک کے لئے کچھ کرنا چاہتا تھا۔ اور اب وہ کر رہا تھا۔

ایڈم کی ماں نے پلکیں جھپکائیں تو آنسو ٹوٹ کے گرنے لگے۔ پروگرام اب ختم ہو چکا تھا اور ایڈم اسکرین سے جا چکا تھا مگر وہ دونوں اسی طرح وہیں بیٹھے تھے۔ پھر محمد صاحب کا فون بجنے لگا۔ دوستوں' رشتے داروں کی کالز' مبارکبادیں۔ وہ ایک کے بعد ایک کال وصول کرتے ہوئے خوشی سے جواب دیتے اٹھ کے باہر چلے گئے' مگر ایبو وہیں بیٹھی رہی۔ اسکارف اوڑھے' جھریوں زدہ چہرے والی اور رنگ اصلی عورت کسی خواب کی سی کیفیت میں تھی۔

میز پہ رکھا لینڈ لائن فون بجا تو وہ چونکی۔ آنسو صاف کیے اور ریسیور اٹھا لیا۔ اسے معلوم تھا کہ آگے کون ہوگا۔

"بابا کا فون بزی تھا۔ میں نے سوچا یہاں کر لوں۔ تم نے انٹرویو دیکھا' ایبو؟"

اس کا بیٹا کہہ رہا تھا۔ ایبو کا دل پھر سے بھر آیا۔ آنسو مزید تیزی سے گال پہ لڑھکنے لگے۔

"ہاں' ایڈم۔ سب تمہاری ہی بات کر رہے ہیں۔" وہ گلوگیر آواز میں کہنے لگی۔ "سب کہہ رہے ہیں کہ ایڈم بن محمد کے انکشافات درست ہیں کیونکہ وہ کمپنی.....جو بھی ہے....اس نے تردید نہیں کی۔"

کسی کا نام ہانگ کانگ پیپرس میں آ جانا کتنی بڑی بات تھی' ایبو کو اس سے کوئی سروکار نہ تھا۔ بس اسے اتنا معلوم تھا کہ کرپشن کے یہ ثبوت اس کا بیٹا سامنے لایا تھا۔ اور اس وقت بڑے بڑے چینلز پہ اس کے بیٹے کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔

ایڈم نے ایبو سے بات ختم کر کے فون جیب میں ڈالا اور ٹی وی چینل کی اونچی عمارت سے باہر نکل آیا۔

سامنے دو رویہ سڑک پہ ٹریفک رواں دواں تھا۔ رات پھیل چکی تھی مگر اسٹریٹ پولز اور گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس نے سارے میں روشنی کر رکھی تھی۔ وہ جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے سر جھکائے سڑک کنارے چلنے لگا۔ ٹھنڈی ہوا بار بار اس کے سیاہ کوٹ کو پیچھے کی طرف اڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔

دفعتاً اس کے ہونٹوں پہ شرارتی مسکراہٹ پھیلی۔ اس نے چلتے ہوئے فون نکالا اور تالیہ کا نمبر ملایا۔ وہ باس دن سائمن کے پاس اسے تنہا چھوڑ گئی تھی' کوئی بات نہیں۔ ایڈم نے اسے معاف کر دیا تھا۔

"ہیلو۔" کافی دیر بعد تالیہ کی آواز سنائی دی۔ کسی بھی جوش سے عاری آواز۔

"آپ نے میرا انٹرویو دیکھا؟" وہ بے تابی اور خوشی چھلکاتے انداز میں پوچھنے لگا۔

"آف کورس ایڈم۔ میں نے دیکھا۔" (اور بس۔)

"پتا ہے مجھے ہر چینل سے فون پہ فون آ رہے ہیں۔ آج کا شو تو اتنا اچھا گیا کہ اینکر کہہ رہی تھی کل میں وہ انکشافات اس کے ہی شو میں کروں۔"

"ہوں۔ گڈ۔"

"اور آپ نے دیکھا کہ کس طرح انہوں نے مجھے فاتح صاحب کا باڈی مین ہونا یاد دلایا؟"

"ہاں۔"

"اور آپ کو میرا کون سا جواب پسند آیا؟" وہ سڑک کنارے چلتا ہوا مسکرا کے بے قراری سے پوچھ رہا تھا۔

"سارے ہی اچھے تھے ایڈم۔ تم سب کچھ اچھے سے سنبھال رہے تھے۔"

ایک درخت کے قریب ایڈم رک گیا۔ اس کی مسکراہٹ معدوم ہونے لگی۔ بھنویں بھنچ گئیں۔

"سارے اچھے نہیں تھے۔ میں ایک دو جگہ گڑبڑا گیا تھا۔"

"میرا مطلب تھا......"

"آپ نے میرا انٹرویو دیکھا ہی نہیں۔" وہ افسوس اور بے یقینی سے بولا۔ "آپ مجھے سائمن کے پاس اکیلا چھوڑ کے چلی گئیں، میں نے کچھ نہیں کہا مگر یہ انٹرویو میرے لیے بہت اہم تھا۔ میں نے آپ کو اتنے میسج کیے، یاد دلایا مگر آپ......" صدمے سے اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔

"اوہو میں یوٹیوب پہ دیکھ لوں گی۔ میں اصل میں تھوڑی....."

"رہنے دیں۔ اب بھی دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دوست اس لیے نہیں ہوتے چے تالیہ کہ.....خیر.....دوست تو شاید کچھ بھی نہیں ہوتے۔ ایک میرے ماں باپ ہی تھے جنہوں نے انٹرویو دیکھا۔ سچ کہتے ہیں۔ خون پانی سے گاڑھا ہوتا ہے۔ آپ بس اپنے کام نپٹائیں۔" اس نے فون کان سے ہٹا دیا اور زور سے پاور بٹن دبا دیا۔

پھر سر جھٹک کے آگے بڑھ گیا۔ لب ابھی تک بھنچ رکھے تھے اور ماتھے پہ بل تھے۔ غصہ زیادہ تھا یا شاید صدمہ۔ وہ جو بھی کر لے، چاہے شاہی مورخ بھی بن جائے، بادشاہوں کے محلات میں اٹھنے بیٹھنے لگ جائے، رہے گا ایک شاہی نوکر ہی۔ چے تالیہ کے پاس اتنا وقت بھی نہیں تھا کہ وہ اس کی اتنی بڑی خوشی

میں شریک ہو کے.....

زور سے کوئی بھاری شے اس کے سر پہ لگی تھی۔ ایڈم تیورا کے اوندھے منہ فٹ پاتھ پہ آگرا۔ لمحے بھر کو اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ پھر بدقت اس نے پلکیں جدا کرنی چاہیں۔

ہر شے سلوموشن میں ہوتی دکھائی دینے لگی۔

دو آدمی ہاکی اسٹکس لیے کھڑے تھے۔ دونوں گنجے اور تنومند تھے۔ ایک کے بازوؤں پہ ٹیٹو صاف نظر آ رہے تھے۔ وہ دونوں مخالف سمتوں سے اس کو ہاکی اسٹکس سے پیٹ رہے تھے..... ایڈم کا دماغ بار بار اندھیروں سے ابھر کے ڈوبنے لگتا.... اس نے ہاتھ ہلانے چاہے مگر سر کی چوٹ شدید تھی..... جسم مفلوج ہو چکا تھا.....

ایک نے چند ضربیں لگائیں اور رک گیا۔ دوسرے نے زور سے بوٹ سے ٹھوکر ماری اور پھر گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ کے اس کے اوپر جھکا۔ ایڈم نے بند ہوتی آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تمہارا بھائی' تمہارا mentor سلام کہہ رہا تھا....."

اسی کے ساتھ دوسرے نے زور سے ہاکی اس کے سر پہ ماری.....

سلوموشن فلم ختم ہو گئی.....

خون کی نمی..... درد کی شدت..... اور گھپ اندھیرا..... ایڈم کی آنکھیں بند ہو گئیں......

☆☆==========☆☆

کوئی اس کے قریب تیز آواز سے بولا تھا جو اس نے ایک دم ہڑبڑا کے آنکھیں کھولیں۔ اور آنکھیں کھولتے ہی ایڈم کا ہاتھ فوراً جیب تک گیا۔ جیسے وہ حملہ آوروں کے مقابلے میں پستول نکالنا چاہتا تھا۔ مگر اس کا ہاتھ بندھا ہوا تھا۔ وہ جیب تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ذہن کے کسی نہاں خانے میں کسی نے سرگوشی کر کے بتایا کہ پستول تو قدیم ملاکہ میں کھو چکا تھا۔ مگر وہ بندھا ہوا کیوں ہے؟ کیا حملہ آوروں نے اسے اغوا

کر کے قید کر دیا ہے؟

اس نے پلکیں جھپکائیں۔ تیز روشنی چبھنے لگی۔ بازو کے جکڑے جانے کا احساس شدید ہوا۔

"آرام سے۔ آرام سے۔" اس تسلی آمیز آواز کو ایڈم لاکھوں میں پہچانتا تھا۔ اس نے سر ذرا ترچھا کیا اور پلکیں بے یقینی سے جھپکائیں۔ چند لمحوں میں سارا منظر واضح ہو گیا۔

وہ ہسپتال کے بیڈ پہ لیٹا تھا۔ یہ ایک بڑا سا پرائیوٹ روم لگتا تھا۔ اے سی چلا تھا۔ دیوار پہ ٹی وی اسکرین نصب تھی۔ اس کے سر اور دائیں بازو پہ پٹیاں بندھی تھیں۔ ایک آنکھ سوجی ہوئی نیلو نیل تھی۔ (گو کہ وہ خود ابھی اپنی شکل نہیں دیکھ سکتا تھا۔) بیڈ کے پاؤں والی طرف کرسی پہ تالیہ بیٹھی تھی۔

سبز ہڈ گردن پہ پیچھے گرائے' سیاہ بالوں کو ہیئر بینڈ سے پیچھے کیے' وہ سینے پہ بازو لپیٹے سکون سے اسے دیکھ رہی تھی۔ دوسری طرف کرسی کو بیڈ کے قریب لا کے رکھے ایبو بیٹھی تھی۔ ایڈم کا ہاتھ اس نے اپنے ہاتھوں میں لے رکھا تھا اور آنسو مسلسل گراتی وہ کچھ پڑھ کے اس پہ پھونک رہی تھی۔ ایڈم نے نگاہیں مزید ترچھی کیں تو ایبو کے قریب' اس کا باپ بھی کھڑا تھا۔

"کیا ہوا تھا؟" اس نے خراب گلے کی سی آواز میں پوچھا۔

"لوکل پولیس کو تم سڑک پہ زخمی حالت میں ملے تھے۔ انہوں نے تمہارا فون آن کیا تو میری کال آتے دیکھی۔" وہ سنجیدگی سے بتا رہی تھی۔ "وہ تمہیں ہسپتال لے آئے اور میں نے تمہارے پیرنٹس کو بلا لیا۔ داتن بھی رات یہیں تھی۔ وہ ابھی گئی ہے۔ تم تقریباً آٹھ گھنٹے سے یہاں ہو۔ فکر نہ کرو' زیادہ چوٹیں نہیں آئیں۔ پٹیاں باندھنی پڑیں گی مگر پلستر وغیرہ نہیں لگے گا۔"

"آپ کا بہت شکریہ میڈم۔" محمد صاحب قدرے تلخی سے اس کو دیکھ کے بولے۔ "کہ آپ اس کو ہسپتال لے آئیں اور یہ کمرہ بک کروا دیا مگر ہمیں مزید آپ کی عنایت کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ ہم یہ کمرہ افورڈ کر سکتے ہیں۔ ویسے بھی آپ بڑے لوگوں کی دوستی نے میرے بیٹے کو اس حال تک پہنچایا ہے۔ اب

ہمیں اس کو گھر لے جانے دیں۔"

وہ شہرت، وہ تعریفیں، وہ اسٹوڈیو کی روشنیوں کی چکا چوند رات تک انہیں اچھی لگی تھی مگر ایڈم کی یہ حالت اگر اس

کی قیمت تھی تو نہ بھئی۔ وہ ایک سیلز مین ہی اچھے تھے۔ وہ اپنی چھوٹی سی دنیا میں ٹھیک تھے۔

"بابا....." ایڈم نے نرمی سے انہیں ٹوکا۔ "چے تالیہ کا اس میں کیا قصور ہے۔ یہ میری اپنی چوائس تھی۔" وہ بدقت بول رہا تھا۔ آنکھوں میں اداسی تھی۔ "اور یہ سب سائمن نے کروایا ہے۔"

"جس نے بھی کروایا ہے، اب تم بس کرو اس قصے کو۔ کل سے میری دکان سنبھالو۔" وہ پریشانی اور خفگی سے کہہ رہے تھے۔ "ہمیں یہ بڑے لوگوں والی زندگیاں راس نہیں آتیں، بیٹا۔"

"آپ کو لگتا ہے بڑے لوگ بڑے پیدا ہوتے ہیں؟" کرسی پہ بیٹھی لڑکی بڑے صبر سے پوچھنے لگی۔

"میڈم، میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔" وہ رخ موڑے تالیہ کی طرف پشت کیے ہوئے تھے۔ ایبو خاموشی سے اس کا ہاتھ تھامے کچھ پڑھ کے دم کر رہی تھی۔

"کوئی بھی بڑا آدمی پیدا نہیں ہوتا۔ جن کو امیر ماں باپ کی بے تحاشا دولت مل جائے۔ ان کو بھی اس دولت کو قائم رکھنے کے لیے بہت سی مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے۔ آسانی سے کچھ نہیں ملتا، محمد صاحب۔ یہ ایڈم کے کیرئیر کی پہلی مشکل تھی۔ اگر یہ اس پہ ہار مان لے تو یہ وہاں کیسے پہنچے گا جہاں اس کو پہنچنا تھا؟"

"میں ہار نہیں مان رہا۔" وہ قدرے خفگی سے بولا مگر تالیہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

"سارے بڑے لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ جب ایڈم کی ایبو نے بڑے لوگوں کی محفل میں ایڈم کے تایا کا خواب سنایا تھا تو سارے بڑے لوگ ہنسے تھے۔ صرف میں نے آمین کہا تھا۔ آج وہ وقت آ گیا ہے جب ایڈم دنیا کے بادشاہوں اور حکمرانوں سے زیادہ طاقتور ہے اور اس وقت ایڈم کو سچ بولنا ہوگا۔"

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ ایبو نے چونک کے اسے دیکھا۔ محمد صاحب ناراض سے رخ موڑے

کھڑے رہے۔ اور ایڈم.... وہ بالکل دنگ رہ گیا۔

"تین چاند والے جزیرے کے خزانے کا راز پالینا اس خواب کی تعبیر نہیں تھا ایڈم۔" وہ اس کو دیکھ کے مسکرا کے کہہ رہی تھی۔

"تمہارے تایا کے خواب کے مطابق تمہیں زمین میں چھپے خزانوں کا وہ راز ملنا تھا جو تمہیں بادشاہوں

اور

حکمرانوں سے زیادہ طاقتور بنا دے گا۔ اس وقت تمہاری لسٹ میں کن لوگوں کے نام ہیں؟"

"عرب شہزادوں اور کئی ملکوں کے وزرائے اعظم کے۔" وہ خواب کی سی کیفیت میں بولا۔

"اور ان سب حکمرانوں نے کرپشن کا پیسہ آف شور کمپنیوں میں چھپا رکھا ہے۔ ان کے خزانے ہانگ کانگ میں چھپے ہیں۔ تمہیں خزانے نہیں ملنے تھے۔ صرف ان کا راز ملنا تھا۔ اور آج تم ان سب سے زیادہ طاقتور ہو۔ وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے کیونکہ یوں ان کا نام آئے گا۔ سائمن بھی صرف تمہیں ڈرا دھمکا سکتا ہے، مار نہیں سکتا۔ اگر اس وقت تم ان حکمرانوں سے ڈیل کرلو اور ان کے آف شور راز نہ بتاؤ تو تم کتنی دولت کما سکتے ہو، جانتے ہو؟"

سفید دیواروں والا کمرہ سناٹے میں ڈوبا تھا۔ ایڈم بنا پلک جھپکے کرسی پہ بیٹھی تالیہ کو دھیرے دھیرے بولتے سن رہا تھا۔

"اگر تم سچ بولو تو دنیا جان جائے گی کہ نئے دور کے بادشاہ نئے دور کے کاغذی سونے کو فائلوں کے صندوقوں میں بھر کے کاغذی جزیروں میں کیسے چھپاتے ہیں۔ میرے فاتح اور تمہارے سر پہ پھرتے اس ہما کا مطلب حکمرانی ملنا نہیں تھا۔ ہما وہ پرندہ ہے جو جلنے کے بعد اپنی راکھ میں سے دوبارہ اٹھ کے کھڑا ہوتا ہے۔ ایسے پرندے اب نہیں پائے جاتے۔ ایسے لوگ بھی اب کم ہی پائے جاتے ہیں۔ میرا ہما.... (اس نے تھوک نگلی اور مسکرا کے کہتی گئی).... میرا دل راکھ ہو جانے کے بعد اس میں سے دوبارہ

زندہ کھڑا ہونا تھا۔ تباہی کے بعد نئی زندگی شروع کرنا۔ تمہارا ہما بھی اس خوفناک آگ میں سے گزر کے تمہیں ملے گا۔ اور ان کا ہما کیا ہے، میں نہیں جانتی مگر ہم تینوں کو کوئی خزانہ کوئی حکمرانی نہیں ملنے والی۔ ہمیں صرف اپنے نئے راستوں کا تعین کرنا ہے۔ فیصلہ تمہارا ہے۔"

وہ تینوں اب اسے دیکھ رہے تھے۔ بیڈ پہ پٹیوں میں جکڑے ایڈم کا چہرہ بے یقینی اور سوگواریت میں ڈوبا تھا۔ اسے اپنی ماں کے اس خواب کا بار بار ذکر کرنے پہ واقعی شرمندگی ہوتی تھی مگر دل کو ایک امید سی تھی کہ کبھی نہ کبھی وہ بھی خزانوں کا مالک بنے گا، مگر سچے خوابوں کی تعبیر بہت ہی tricky چیز ہے۔ یہ پوری ہو کے بھی ادھورے

قصے چھوڑ جاتی ہے۔

بالآخر اس نے نڈھال سی گہری سانس لی۔

"میرے پاس کوئی چوائس نہیں ہے۔ ایڈم سچ بولے گا اور ساری دنیا کو ان لوگوں کے اصلی چہرے دکھائے گا۔"

"گڈ۔" وہ ایک دم تیزی سے اٹھی اور بڑے تحمل سے مسکرا کے اس کے ماں باپ کو دیکھا۔

"آپ دونوں ذرا دیر کے لیے باہر چلے جائیے۔ ویسے بھی جذباتیت میں کافی وقت ضائع ہو چکا ہے۔ ہمیں اس وقت اہم کام کرنے ہیں۔ شکریہ۔" اور آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

ان دونوں نے پہلے اس لڑکی کو دیکھا، اور پھر ایڈم کو، جس نے آنکھیں جھپکا کے انہیں تسلی دی۔ محمد صاحب ابھی تک خفا مگر چپ تھے اور ایوا آنسو صاف کر رہی تھیں۔ دونوں نکلنے لگے تو تالیہ نے پیچھے سے پکارا۔ "اور بائی دی وے اس روم کا بل میں نہیں دے رہی، ایڈم خود دے گا۔" اور دروازہ کھڑاک سے بند کر دیا۔ ایڈم نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اور میرے پاس اتنے پیسے کہاں سے آئے؟"

"اب آ جائیں گے۔" اس نے گھڑی پہ وقت دیکھتے ہوئے چند لمحے انتظار کیا' اور پھر دروازہ کھولا۔ اس کے ماں باپ جا چکے تھے اور باہر داتن اور ایک نرس کھڑی تھی۔ وہ دونوں تیزی سے اندر آئے اور تالیہ نے دروازہ بند کر کے لاک کر دیا۔

"پچے تالیہ......" ایڈم چونکا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"تمہیں پتہ ہے سب سے بڑے اسکامرز کون ہوتے ہیں؟ سیاستدان۔ اور میں نے ان کے ساتھ کام کر کے ایک بات سیکھی ہے۔" اس نے سبز کوٹ کی جیب سے ایک خنجر نکالا اور اسے ہاتھوں میں گھماتی اس کے سرہانے آ کھڑی ہوئی۔ "کہ جب بھی آدمی زخمی ہو تو ڈاکٹر سے پہلے میڈیا کو بلائے۔"

اور ساتھ ہی اس نے مٹھی میں خنجر کا دستہ پکڑے اس کے بازو پہ یکے بعد دیگرے تین وار کیے۔ ریشم کے

چیرے جانے جیسی آواز آئی اور اس کے بازو پہ تین لکیروں کی صورت خون بہنے لگا۔ وہ چلایا اور بے یقینی سے آنکھیں پھیلائے تالیہ کو دیکھا۔

"واٹ دا......"

"ہاں۔ اب بات بنے گی۔" اس نے رومال سے چاقو کا پھل صاف کرتے ہوئے اس کے بازو پہ لگے تین cuts کو دیکھا اور داتن کو اشارہ کیا۔ داتن فوراً آگے آئی اور موبائل سے اس کی چند تصاویر لیں۔ پھر نرس تیزی سے ٹرالی دھکیلتی آئی اور اس کا زخمی بازو پکڑ لیا۔

ایڈم کے بازو میں گویا آگ لگ گئی تھی۔ اس نے غصے اور جھنجھلاہٹ سے تالیہ کو دیکھا جو دو انگلیوں سے رومال پکڑے اپنے خنجر کو صاف کر رہی تھی۔ اسے متوجہ پا کے کندھے اچکائے اور خون آلود رومال ڈسٹ بن میں اچھالا۔

"یہ پہلی دفعہ نہیں ہے جب شہزادی نے ایک گستاخ پہ تشدد کروایا ہو۔"

"میرا سارا بازو لہولہان کر دیا آپ نے۔" وہ غرایا تھا۔

"اوہ ہیرو۔ ریلیکس کرو۔" داتن نے موبائل سے نظریں اٹھا کے اسے گھورا۔ "سائمن کے بندوں کے لگائے زخم فوٹوز میں اتنے دلچسپ نہیں لگ رہے تھے جتنے یہ لگ رہے ہیں۔"

"دلچسپ زخم۔ یہ دلچسپ زخم کیا ہوتے ہیں؟ اف۔"

نرس اس کے زخموں پہ کوئی مائع ڈال رہی تھی۔ جلد جلنے لگی تو اس نے کراہ کے آنکھیں بند کیں۔

"ہم نے ان تصاویر کی ڈیل موہد سے کی ہے۔ تم جانتے ہو موہد اس وقت کا سب سے بڑا پرائم ٹائم اینکر ہے۔ اس کا چینل سب سے پہلے تمہاری یہ لہولہان تصاویر نشر کرے گا اور ابھی آدھے گھنٹے میں وہ تمہارا انٹرویو کرنے آ رہا ہے۔ سائمن نے تمہیں گھائل کر کے تمہیں مزید مشہور بنا دیا ہے۔ اب تم چھوٹے موٹے چینلز کو انٹرویو نہیں دو گے۔ ان انٹرویوز اور تصاویر سے تم بہت سے پیسے کمانے جا رہے ہو۔ سلیبرٹی بننے کا وقت آ گیا ہے ایڈم۔"

اس نے درد کو ضبط کرتے ہوئے آنکھیں چندھیائے تالیہ کو دیکھا۔ نرس تیزی سے اب اس کی پٹی کر رہی تھی۔

"تو ہم..... آؤچ..... (دانت کچکچائے) ہم اس چیز کو ہانگ کانگ پیپرز اور دوری نگارہ ملایو کی مزید تشہیر کے لیے استعمال کرنے جا رہے ہیں؟" بات سمجھ میں آنے لگی مگر غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔

"آج کے دور میں سب سے مشکل کام ساری قوم کی توجہ لینا ہے اور وہ تم اب لے چکے ہو۔ تمہاری کتاب کی ریلیز کا یہی مناسب وقت ہے۔"

"مگر ابھی تو وہ میں نے صرف آدھی لکھی ہے۔"

"ہم اس کا حل نکال لیں گے ایڈم۔" سبز ہڈ والی لڑکی مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "اور تمہیں کیوں لگا کہ میں تمہیں چھوڑ کے چلی جاؤں گی ہوں؟ خون پانی سے گاڑھا ہوتا ہے یہی کہا تھا نا تم نے فون پہ۔"

ایڈم نے خفیف سا ہو کے نظریں چرائیں۔ ''وہ تو یونہی ایک محاورہ.....''

''اوہ۔ یہ محاورہ بولا تھا ایڈم نے؟'' داتن جو اپنے فون پہ لگی تھی' سر اٹھا کے حیرت سے پوچھنے لگی۔ وہ دونوں رخ موڑ کے اسے دیکھنے لگے۔

''اوہ ہیرو... اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ خونی رشتے دوستیوں سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اصل محاورہ کبھی نہیں پڑھا تم نے؟

The Blood of the covenant is thicker than the water of the womb.

یعنی جنگ میں بہایا گیا خون سپاہیوں کو رحم (ماں کی کوکھ) کے پانی سے زیادہ گاڑھے اور مضبوط bond میں باندھ دیتا ہے۔ بعض دوستوں سے تعلق خونی رشتوں سے زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ تم کتابیں نہیں پڑھتے کیا؟''

وہ اسے بس دیکھ کے رہ گیا۔ پھر تھوک نگلا۔ حلق میں نمی سی پھنس گئی تھی۔ نظریں جھکا لیں۔

''آپ کے اپنے مسئلے زیادہ بڑے تھے' مجھے سمجھنا چاہیے تھا۔''

مگر تالیہ نے مسکرا کے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں۔ مجھے تمہارا انٹرویو دیکھنا چاہیے تھا۔''

''کوئی بات نہیں۔'' وہ مسکرا دیا۔ ''آپ نے دیر سے دیکھا مگر دیکھ لیا۔ یہی بہت ہے۔'' پھر مسکراہٹ سمٹی۔ ''ایک منٹ.... آپ نے وہ دیکھا بھی ہے یا.... اوہ خدایا.... آپ نے ابھی تک وہ نہیں دیکھا؟ ایک تیس منٹ کی وڈیو نہیں دیکھی گئی آپ سے؟''

وہ غصے سے بولا تو تالیہ نے سستی سے کندھے اچکائے۔

''اچھا بھئی۔ دیکھ لوں گی تمھارا بورنگ انٹرویو۔ فی الوقت تم موہد کے انٹرویو پوائنٹر پر غور کرو۔''

مگر ایڈم نے خفگی سے چہرہ داتن کی طرف پھیرا جو ان دونوں سے دور کھڑی اپنے فون پہ ایڈم کی

تصاویر موحد کو بھیج رہی تھی۔

''آپ نے دیکھا انٹرویو؟''

داتن نے عینک کے اوپر سے نظریں اٹھا کر اُسے دیکھا۔

''ایں؟ میں نے بھی دیکھنا تھا؟'' وہ الٹا حیران ہوئی۔

پٹیوں میں جکڑا ایڈم دانت پیس کے رہ گیا۔ جواب بہت سارے آئے مگر اس نے گہری سانس لی اور تالیہ کو دیکھا۔

''موحد کا انٹرویو مجھے فلاپ کر دے گا۔ جیسے سائمن میرا ہینڈل شیئر کرنے کے بعد اخلاقی طور پہ مجھے بُرا بھلا نہیں کہہ سکتا تھا' اسی طرح اسے اپنا بھائی کہنے کے بعد میں اگر اس پر اس حملے کا الزام لگاؤں اور کہوں کہ ایک سنئیر صحافی مجھ سے جیلس ہو گیا تو جانتی ہیں لوگ مجھ پہ تھوکیں گے۔ اور سائمن.....وہ افسوس سے پیچ پیچ کر کے کہے گا کہ یہ کل کا بچہ جس کو میں نے اتنا سپورٹ کیا' اس کو چانسز دلوائے شہرت کی ہوس میں مبتلا اپنے استاد کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے؟ اف بے تالیہ....میں سائمن پہ الزام لگا کے بالکل ہی زیرو ہو جاؤں گا۔''

تالیہ اور داتن نے پہلے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ایڈم کو۔

''کس نے کہا کہ ہم سائمن پہ الزام لگانے جا رہے ہیں؟''

☆☆==========☆☆

بی این کے آفس کا یہ فلور نچلے فلور سے مختلف اور خاموش خاموش سا تھا۔ چونکہ چیئرمین سیکرٹریٹ بھی اسی منزل کا حصہ تھا' اسی لیے اس کی لابی اور راہ داریوں کو گہرے رنگوں میں آراستہ کیا گیا تھا۔ یہاں پارٹی کے مرکزی عہدیداروں کے آفس تھے اور عام کارکن اس فلور پر کم کم ہی پائے جاتے تھے۔

لفٹ کے دروازے کھلے تو خاموشی میں ارتعاش پیدا ہوا۔ ریسپشنسٹ نے سر اٹھا کر دیکھا تو لفٹ سے

فاتح اور ہشام جرجیس باہر نکلتے دکھائی دے رہے تھے۔ہشام دراز قد اور سانولی رنگت کا حامل اکھڑے اکھڑے تاثرات والا آدمی تھا۔ ماتھے پہ سلوٹیں تھیں اور وہ فاتح کے ساتھ چلتے ہوئے خفگی سے کہہ رہا تھا۔

''کم ازکم آپ کمشنر سے تو بات کر سکتے ہیں۔ وہ کسی کی نہیں سنتا لیکن آپ کا وہ دوست ہے۔''

ریسپشنسٹ واپس کام پر لگ گئی البتہ کان وہیں لگے تھے۔

وان فاتح ہاتھ میں رول شدہ کاغذ پکڑے بھنویں بھینچے ہشام کے ساتھ راہداری میں آگے بڑھ رہا تھا۔سیاہ سوٹ ٹائی میں ملبوس' ہر روز کی طرح تازہ دم اور نکھرے وجود والا چیئر مین آج شدید برہم لگتا تھا۔

''ہشام.....میری بات آخری دفعہ سن لو۔تمھارے بیٹے کا کیس DUI کا ہے۔(نشے کی حالت میں ڈرائیونگ) اور شکر کرو کہ اس نے کسی کو مارا نہیں ہے۔چند دن بعد وہ جیل سے باہر آجائے گا۔اُس کو اپنے عمل کی سزا کاٹنے دو۔''

''یہ سب پراپیگنڈہ ہے میرے خلاف۔وہ نشے میں نہیں تھا اور اس کیس کو ہماری ساکھ کو خراب کرنے کے لیے.....''

''ہشام!'' وہ رکا اور اس کی طرف چہرہ موڑا۔اب وہ دونوں لابی کے کنارے پہ آمنے سامنے کھڑے تھے۔کمپیوٹر پہ جھکی ریسپشنسٹ کے کان اسی طرف لگے تھے۔

''تم اب بی این کا حصہ ہو اور ہمارے ہاں کچھ اصول ہوتے ہیں۔تمھارے پچھلے اعمال کا ذمہ دار میں نہیں ہوں لیکن اس پارٹی میں ہونے کی وجہ سے تم کوئی سفارش' کوئی عہدے کا ناجائز استعمال نہیں کرو گے۔'' ہشام نے جواباً ضبط سے دانت جمائے۔

''میں جب اس پارٹی میں آیا تھا تو کچھ شرائط کے ساتھ آیا تھا۔''

''اور ان میں اختیارات کے ناجائز استعمال کی کوئی شرط نہیں تھی۔بی یوایٹ دی ویڈنگ۔'' دوٹوک

انداز میں اس کو بتا کے وہ مڑا اور راہداری میں آگے بڑھ گیا۔ ہشام صبر کے گھونٹ بھر کے اسے دیکھتا رہا اور پھر واپس مڑ گیا۔ ریسپشنسٹ کے لبوں پہ دبی دبی مسکراہٹ ابھری۔

فاتح بُرے موڈ کے ساتھ آفس کے اندر آیا تو سامنے کاوچ پہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے آرام دہ انداز میں اشعر کو بیٹھے پایا۔ اسے دیکھ کے اشعر مسکرا کر بولا۔

''سلام آبنگ۔''

''اچھی مصیبت گلے ڈالی ہے تم نے میرے۔ ہر روز ہشام کا نیا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے۔'' وہ ناگواری سے کہتا اپنی کرسی تک آیا' رول شدہ کاغذ میز پہ رکھا اور کوٹ اتارنے لگا۔ ماتھے پر ہنوز بل پڑے تھے۔

''ہشام جر جیس کو میں بہت کوشش اور منت سے لایا ہوں' آبنگ۔ وہ ہمیں فائدہ دے گا۔'' جواب میں فاتح نے آنکھیں اٹھا کر اسے گھورا' سر جھٹک کر کوٹ اسٹینڈ پہ لٹکایا اور کرسی پہ بیٹھ گیا۔

''آپ نے اس لڑکے کا انٹرویو سنا؟'' اشعر نے آفس کی دیوار پہ لگی ٹی وی اسکرین کی طرف اشارہ کیا جو میوٹ تھی اور اس پر خبریں چل رہی تھیں۔ فاتح نے عینک لگا کے کاغذ کھول لیے۔ اسکرین کو دیکھا تک نہیں۔

''ہاں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اس پہ صوفیہ رحمٰن نے حملہ کروایا ہے۔ میں نے آتے ہوئے کار میں سنا تھا۔'' اب وہ کاغذات پڑھ رہا تھا۔ اشعر آفس کی دیوار سے لگے کاوچ پہ بیٹھا تھا۔ چند لمحے خاموشی سے بیٹھا رہا' پھر کھنکھارا۔

''ہمیں پراسیکیوٹر احمد نظام سے تعاون کرنا چاہیے۔'' سرسری انداز میں بات شروع کی ہی تھی کہ فاتح نے عینک کے اوپر سے اسے تیز نظروں سے دیکھا۔

''یعنی ہمیں اپنی ہی پارٹی ورکر کو بیچ دینا چاہیے؟''

''آبنگ.....وہ لڑکی کرمنل ہے۔'' وہ ناپسندیدگی سے کہنے لگا۔ ''میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ

اندر سے ایسی نکلے گی۔"

"تم تو اس کے مداح تھے۔" اس نے عینک اتاری اور بیزاری سے کاغذ پرے کرتے ہوئے ٹیک لگائی۔ ایش پہ جمی آنکھوں میں افسوس تھا۔

"تب میں اس کو کوئی خاندانی عورت سمجھتا تھا۔ مگر اس کی حقیقت جان لینے کے بعد....." اشعر نے پورے عزم سے سرنفی میں ہلایا۔ "سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ ہمارے موقف میں اس کے لیے کوئی نرمی ہو۔ اگر ہم تالیہ سے لاتعلق نہیں ہوئے تو ہم بُری طرح بدنام ہوں گے۔"

"مگر ہشام سے ہاتھ ملا کے ہم نے سروائیو کرلیا ہے۔"

ایش چپ ہوگیا۔ آفس میں مدھم روشنی تھی جس کو گہرے رنگوں کے بلائنڈ اور پینٹ نے مزید مدھم کر رکھا تھا۔ ایسے میں پاور چیئر پہ ٹیک لگائے' انگلیوں میں قلم گھماتا فاتح اسے ملامتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"انسان اپنے honour کے لیے جیتا ہے' ایش۔ اگر ہم اتنا گرا ہوا کام کریں گے تو ہم کیسے انسان ہوئے؟"

"آپ جانتے ہیں اس نے ذرا سی بات پہ میری گردن پہ خنجر رکھا تھا۔ یہ ارادۂ قتل کے برابر ہوتا ہے۔"

"سیریئسلی؟" وہ پتہ نہیں کیوں مسکرایا۔ ایک دم سے ہشام اور اشعر کی باتوں کی ساری تلخی زائل ہوگئی۔ "اس نے تمھاری گردن پہ خنجر رکھا تو تم نے کیا کیا؟"

"عورت تھی۔ ہاتھ تو نہیں اٹھا سکتا تھا۔"

جواباً اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی۔ "بالکل۔" طنز سے بولا تو اشعر کا چہرہ سرخ ہوا۔

"آبنگ..... ہمیں خود کو اس سے اعلانیہ طور پہ الگ کرنا ہوگا۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ ہماری ورکر رہی ہے۔ اس کی سروسز ہیں پارٹی کے لیے۔ تم بھول گئے

ہواس نے کیمپین کے دنوں میں کتنا کام کیا تھا۔"

"اس نے اکیلے نہیں کیا تھا۔ میں ہر کام میں برابر کا شریک تھا۔"

"اور تمہیں واپس کون لایا تھا؟"

اشعر نے لب بھینچ لیے پھر دانت کچکچا کے بولا۔

"آپ کی کسی دوسری عورت کے لیے اتنی طرفداری اچھے نتائج نہیں لائے گی' آبنگ۔"

"تم اس کی فکر مت کرو اور ایک پریس ارینج کرو۔ اس وقت میری طرفداری کی ضرورت ایڈم بن محمد کو ہے۔"

اشعر نے بیزاری سے ابرو اچکائے۔ "مگر ہمیں کیا معلوم کہ وہ سچ بول رہا ہے یا....."

"ہمیں اس کو سچا نہیں کہنا۔ صرف اس کی حمایت کرنی ہے۔" تحکم سے کہہ کر وہ عینک واپس لگاتے ہوئے اپنے کاغذات کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ اشعر نے گہری سانس لی۔ وہ عصرہ کی باتیں سننے کے بعد اس لڑکی کے سایے سے بھی بچنا چاہتا تھا مگر وان فاتح پروں پر پانی بھی نہیں پڑنے دے رہا تھا۔

"مجھے ایڈم کا بیان سن کے بہت افسوس ہوا۔" تقریباً گھنٹے بھر بعد اسی تکون عمارت کے سامنے سڑک پہ فاتح اپنے ہم عصروں کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کے چہرے کے سامنے چند رپورٹرز مائیک لیے کھڑے تھے اور ان کے کیمروں میں دیکھتے ہوئے وہ بہت افسوس سے کہہ رہا تھا۔

"وہ بڑا قابل لڑکا تھا اور اگر ان نے صوفیہ رحمٰن کی آف شور کمپنیز کا سراغ لگا لیا تھا تو صوفیہ اس کی تردید کر دیتیں۔ یا اس کو کورٹ لے جاتیں۔ یوں اس کو پٹوانا...... چچ چچ...... بڑا ظلم ہے یہ۔ مجھے صرف اس لڑکے کی ایک بات پسند نہیں تھی کہ اس نے مجھے نہیں' صوفیہ کو ووٹ دیا تھا۔"

ہجوم کا قہقہہ بے ساختہ گونجا۔ وہ اسی طرح مسکرا کے کہہ رہا تھا۔ ساتھ روبوٹس کی طرح کھڑے سیاستدان بھی مسکرا رہے تھے۔

"امید ہے اب ایڈم کو سبق مل گیا ہوگا۔ اور اس واقعے کے بعد صوفیہ رحمٰن کو اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دینا چاہیئے۔ وہ مزید اس عہدے کی اہل نہیں رہیں۔ نہ ان میں کوئی سچائی ہے نہ اخلاقیات۔ وہ اب ہماری وزیراعظم نہیں رہیں۔"

اور ہاتھ بلند کر کے الوداع کہتے ہوئے وہ ہجوم میں آگے بڑھ گیا۔ اس کے ہم عصر اور سیکیورٹی ٹیم بھی فوراً اس کے لیے راستہ بناتی آگے بڑھ گئی۔ ہشام جرجیس بھی ان میں سے ایک تھا۔ اور چہرے پہ جبراً مسکراہٹ سجائے اس کے ساتھ چلتا جا رہا تھا۔ طاقت کے اس منبع سے وہ اب کسی صورت الگ ہونا گوارا نہیں کر سکتا تھا۔

☆☆==========☆☆

باریسن نیشنل کے ایک سرکردہ رہنما کی بیٹی کی شادی کا فنکشن ایک ہوٹل کے وسیع وعریض ٹیرس پر منعقد کیا گیا تھا۔ اس ٹیرس پر گولف کورس بنا تھا مگر اس وقت وہ گھاس سے ڈھکا میدان جگہ جگہ سفید پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ دور دور تک کرسیاں میزیں رکھی تھیں اور مہمان اپنے گلاس تھامے' خوش گپیاں کرتے ان کے درمیان ٹہل رہے تھے۔ شام کے آسمان کا رنگ گہرا ہو رہا تھا اور اس پہ تیرتے سفید بادل یوں نظر آتے تھے گویا جامنی گھاس پہ اجلے اجلے سے بھیڑ کے بچے چر رہے ہوں۔ وہ اس وقت گردن اٹھائے حسرت سے ان بادلوں کے سفر کو دیکھ رہی تھی۔ سیاہ ساڑھی میں ملبوس' بالوں کو جوڑے میں باندھے' اور باہوں میں سلور چوڑیاں پہنے' اس کا حسن آج پر اسرار لگ رہا تھا۔

دفعتاً شاہی مورخ اس کے قریب کھنکھارا۔

"آپ مجھے اس پارٹی میں اپنے ساتھ کیوں لائی ہیں' چے تالیہ؟"

تالیہ نے نظریں پھیر کے ساتھ کھڑے ایڈم کو دیکھا۔ وہ سامنے سے کھلے سیاہ کوٹ میں ملبوس تھا اور اندر گول گلے والی گرے شرٹ پہن رکھی تھی۔ بال موز سے ایک طرف کو جما رکھے اور ہلکی بڑھی شیو اچھی

لگتی تھی۔ سب سے زیادہ قابل توجہ چیز اس کے بازو پہ پہنی آرم سلنگ تھی جس کی پٹی گردن کے گرد بندھی تھی۔ بازو کے پلستر پہ مختلف لکھائیوں اور روشنائیوں میں دستخط کیے گئے تھے۔ وہ جہاں جاتا تھا' لوگ اس سے اظہارِ یکجہتی کے لئے دستخط کر دیتے تھے۔ ایڈم بن محمد اب ایک سیلیبرٹی بن چکا تھا۔

''میں تمہیں اس لیے لائی ہوں یہاں کیونکہ فردوس صاحب نے بی این کے نئے پرانے بہت سے عہدیداروں کو بلایا ہے اور ایسی پارٹیز میں تم داتن کے ساتھ جاتے رہے ہوتا کہ تمہارا ایکسپوژر بڑھے۔''

ایڈم نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

''آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔''

''ظاہر ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں۔ میں تمہیں اس لئے لائی ہوں تاکہ ان کے سامنے میں اکیلی نہ ہوں۔''

ابرو سے دور مہمانوں کے جھرمٹ میں کھڑے تین لوگوں کی طرف اشارہ کیا جو اردگرد لوگوں کی توجہ گھیرے ہوئے تھے۔ اشعر ہمیشہ کی طرح مصنوعی مسکراہٹ لئے ہوئے تھا۔ عصرہ کندھوں پہ چمکدار اسٹول لپیٹے' دونوں ہاتھوں میں سامنے کلچ پکڑے' پیروں تک آتا زمرد لباس پہنے ہوئے تھی۔ بوہ مسکرا کے سامنے والے کی بات سن رہی تھی۔ نظر گاہے بگاہے دور کھڑی تالیہ کی طرف بھی اٹھ جاتی۔

اس کے پہلو میں کھڑے فاتح نے ابھی تک تالیہ کو نہیں دیکھا تھا۔ اس کا وجیہہ چہرہ ہمیشہ کی طرح پرسکون اور مسکرا رہا تھا۔ ابرو اچکاتے ہوئے اس وقت وہ سامنے کھڑے لوگوں سے کہہ رہا تھا۔

''صوفیہ رحمٰن کو استعفیٰ اس لیے نہیں دینا چاہیے کہ ان کی کرپشن سے بنائی بے نامی جائیداد پکڑی گئی ہے۔ بلکہ اس لیے کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے کہ ان کی کوئی غیر ظاہر شدہ جائیداد نہیں ہے۔'' وہاں لوگ تائید میں سر ہلانے لگے۔

''اور محترمہ نے یہ جھوٹ پارلیمان کے فلور پہ کھڑے ہو کے بولا ہے۔ یا اللہ۔'' وہ ماتھے کو چھو کے

مصنوعی حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"پارلیمان اور عدالت..... یہ وہ دو مقدس جگہیں ہیں جہاں جھوٹ بولنا سنگین جرم ہے۔ آپ ٹی وی شو میں جھوٹ بول سکتے ہیں' آپ گھر میں اپنی بیوی کی جھوٹی تعریف کر سکتے ہیں۔ (ساتھ کھڑی عصرہ کی طرف اشارہ کیا تو عصرہ سمیت سب ہنس پڑے) مگر جب آپ پارلیمان یا عدالت میں بطور گواہ جھوٹ بولتے ہیں تو یہ perjury کہلاتا ہے۔ صوفیہ رحمٰن اس جرم کی مرتکب ہوئی ہیں۔ جھوٹے کا جھوٹ پکڑا جائے تو اس کو منہ چھپا لینا چاہیے، اور یہ ابھی تک کرسی پہ بیٹھی ہیں؟ ان کو عزت سے استعفیٰ دے کر الگ ہو جانا چاہیے۔"

بات کرتے ہوئے اس کی نگاہ دور کھڑی سیاہ ساڑھی والی لڑکی پہ پڑی۔ وہ ادھر ہی دیکھ رہی تھی۔ نگاہ ملی تو گردن موڑ کر ساتھ کھڑے نوجوان سے بات کرنے لگی۔

فاتح نے چند لمحوں میں بات سمیٹی اور پھر عصرہ کے ہمراہ دوسرے مہمانوں کی طرف بڑھ گیا۔ کنکھیوں سے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر گزری اور لوگوں کا ہجوم بکھر گیا۔ عصرہ اور وہ چند میزوں کے درمیان سے گزر کے ایک جوڑے کے ساتھ کھڑے ہو کے بات کرنے لگے۔ عصرہ ان سے مسکرا کے بات کر رہی تھی جب اس نے محسوس کیا کہ فاتح اس کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ چونکنے کی عمر سے آگے نکل چکی تھی۔ بس نامحسوس انداز میں ادھر ادھر نظریں گھمائیں۔

وہ سیاہ ساڑھی والی لڑکی کے ساتھ کھڑا تھا۔

"تاشہ....." وہ گلاس اٹھائے اس کے قریب آیا تو تالیہ نے بظاہر مسکرا کے اسے دیکھا اور سر کو خم دیا۔

"چیئرمین صاحب۔"

(اس نے ایڈم کو نامحسوس طریقے سے وہاں سے ہٹتے دیکھا۔)

"تمہیں عرصے بعد بی این کی کسی پارٹی پہ دیکھا ہے۔" وہ اسے دیکھ کے دل سے خوش ہوا تھا۔

"مگر یہ بی این کی پارٹی نہیں ہے۔ یہ تو شادی کی تقریب ہے۔" شہزادی نے بے پرواہی سے ادھر ادھر دیکھا۔

"ایک ہی بات ہے۔" نیلے کوٹ والے وجیہہ مرد نے شانے اچکائے۔ پھر دلچسپی سے اس کے چہرے کو دیکھا۔

"کیا کر رہی ہو آج کل؟"

"کام!"

وہ دونوں چند لمحے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔

اوپر آسمان سیاہ ہو چکا تھا اور بھیڑ کے سفید بچے اب سرمئی ہو کے چھپ سے گئے تھے۔

"تمہاری ایک تنخواہ ادھار ہے مجھ پہ۔"

"میں نے اپنے سارے واجبات وصول کر لیے تھے فاتح صاحب۔"

"مگر اشعر سے میری فائل واپس چرانے کی فیس نہیں لی تھی۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کے بولا۔ "تم نے کہا تھا کہ سیاستدانوں سے پیسے نہیں فیور مانگے جاتے ہیں حالم!"

آسمان پہ زور سے آتشبازی ہوئی۔ فاتح کے پیچھے اسے سیاہ افق پہ انگارے فضا میں جا کے پھٹتے دکھائی دیے۔ پل بھر کو سارا آسمان روشن ہو گیا۔

"اور آپ نے کہا تھا کبھی مجھ سے ملنے آؤ حالم۔"

فاتح کی آتشبازی کی طرف پشت تھی سو اسے اس غزال کی سیاہ آنکھوں میں انگاروں کا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ لمحے بھر کے لیے وہ اردگرد سب کو بھلا چکا تھا۔ وہاں صرف تالیہ تھی اور اس کی آنکھوں میں تیرتے ستارے............

"تم اچھی لڑکی ہو تالیہ۔" وہ بہت اپنائیت سے بولا۔ کیا تھا ان دونوں کے درمیان جو اسے بار بار

اس کی طرف کھینچتا تھا؟

"مجھے معلوم ہے، تو انکو۔" اس نے بہت سے آنسو اندر ہی اندر نگل لیے۔

اس نے جنگل میں اسے تالیہ تب کہنا شروع کیا تھا جب اس کی حقیقت جان لی تھی۔ پھر جب یادداشت چلی گئی تو دوبارہ سے تاشہ کہنے لگا۔ عجیب آدمی تھا۔ جب اپنا نام تالیہ بتایا، تو تاشہ کہتا تھا، اور جب حالم بتایا اور وقت نے شہزادی تاشہ بنا دیا تو وہ اسے تالیہ کہنے لگا۔

"بی کیئر فل۔ وہ پراسیکیوٹر بہت بڑی بڑی باتیں کر رہا تھا۔" وہ اب دھیمی آواز میں اسے تنبیہہ کر رہا تھا۔

"مثلاً؟" وہ بے خوفی سے مسکرائی۔

"یہی کہ تم نے کوئی غلطی، کوئی بے ضابطگی چھوڑی ہے۔"

وہ مسکرا دی۔ "حالم loop holes نہیں چھوڑا کرتی۔ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

وہ دونوں گھاس پہ آمنے سامنے کھڑے تھے اور مسلسل ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"مجھے نہیں معلوم تم نے کیا کیا ہے، مگر یہ لوگ....."

"کون لوگ؟ صوفیہ رحمٰن؟ اونہوں۔ آپ کی بیوی اور اشعر نے عثمان کے ذریعے صوفیہ رحمٰن کو پیغام پہنچایا تھا کہ وہ میرے اوپر کیس کھلوائے تاکہ میں رسوا ہو کے جاب سے نکال دی جاؤں۔"

فضا میں مسلسل آتشبازی ہو رہی تھی۔ ایک ستارہ سا آسمان تک جاتا اور 'دل' کی صورت میں انگارے پھٹ کے آسمان پہ بکھر جاتے۔ سارے مہمان ستائشی نظروں سے اوپر دیکھ رہے تھے۔

صرف وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"مجھے یہی شک تھا۔" وہ اس بات پہ حیران نہیں ہوا۔ بس سنجیدگی سے سر جھٹکا۔ وہ جانتی تھی وہ ان دونوں کو کچھ نہیں کہے گا۔ وہ ان دونوں سے تالیہ کی وجہ سے تعلقات خراب نہیں کرے گا۔

"اسی لیے میں نے ایلش کی گردن پہ خنجر رکھا تھا۔ کیا اس نے بتایا نہیں؟" وہ مسکرائی تو وہ بھی مسکرا دیا۔

"میں ان کی طرف سے تم سے معذرت کرتا ہوں۔ ہماری پارٹی اور آفس ہمیشہ تمہارا ساتھ دے گا۔"

تالیہ نے محض سر ہلا دیا۔ فاتح نے ذرا کی ذرا نظریں پھیر کے دور کھڑے ہشام کو دیکھا جو اپنی بیوی کے ساتھ کھڑا گردن اٹھائے آتشبازی دیکھ رہا تھا۔

"جہاں تک ہشام کو پارٹی میں لینے کا سوال ہے تو....."

"آپ کوئی وضاحت مت دیں۔" اس نے ہاتھ اٹھا کے روک دیا۔ "وہ آپ کی مجبوری ہے۔ ہشام جیسے لوگ اس معاشرے کی حقیقت ہیں۔ اقتدار حاصل کرنے کے لیے ان جیسوں کو ساتھ لے کر چلنا پڑتا ہے مگر اس کی قیمت بھی ہوتی ہے اور وہ آپ چکائیں گے۔ مگر حکومت کرنا آسان نہیں ہوتا۔ آئی ایم سوری میں نے اس دن اتنا کچھ بول دیا اور اتنی بدتمیزی کی۔ میں بس آئیڈیلزم کا شکار تھی۔ مگر مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ مجھے اپنے لیڈر کو رول ماڈل نہیں بنانا تھا۔"

"تو کس کو بنانا تھا؟" وہ برجستہ بولا تو وہ مسکرا دی۔

"میری رول ماڈل صرف ایک ہونی چاہیے تو انکو۔ اور وہ ہے آج سے دس سال بعد کی تالیہ مراد۔ وہ مضبوط عورت جو مجھے بننا ہے۔ خوابوں کی تعبیر پا لینے والی مگر کمزور نہ پڑنے والی عورت۔"

وہ ہلکا سا مسکرایا۔ "تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ تم حالم ہو؟"

"بتایا تو تھا۔ جب ہم تینوں جنگل میں تھے۔ کٹے ہوئے تنے کے اوپر بیٹھے ہوئے میں نے ساری داستان آپ کو سنائی تھی۔ یہ بھی کہ آپ کی فائل عصرہ نے چرائی تھی۔ میری سالگرہ سے چار دن پہلے۔ یاد ہے؟ اور جب میری سالگرہ کا دن آیا تو آپ نے کہا تھا Make a wish اور میں نے کہا تھا کہ مجھے چاکلیٹ کھانی ہے۔ آپ میرے لیے اسی خنجر سے کوکو پھل کاٹ کے لائے تھے جس کو میں نے اشعر کی گردن پہ رکھا تھا۔ مگر ملاکہ میں گزاری اس ایک رات کو آپ بھول گئے ہیں' تو انکو۔ اس رات بہت کچھ

ہوا تھا۔ یاد کریں۔ یاد کرنے کی کوشش کریں۔"

وہ اچنبھے سے اسے دیکھے گیا۔ وہ مدھم آواز میں اس پہ نظریں جمائے پراسراریت سے کہے گئی اور پھر ہوا کے جھونکے کی طرح سامنے سے ہٹ گئی۔ وہ بالکل سن کھڑا رہا۔ پھر کسی نے پکارا۔ تو سر جھٹک کر اس طرف بڑھ گیا البتہ ذہن.... ذہن مزید الجھ گیا تھا۔ جنگل کا وہ خواب پھر سے تازہ ہو گیا تھا۔ وہ اس خواب کی جزئیات کیسے جانتی تھی؟

"آئی ونڈر....." وہ جوایڈم کی تلاش میں آگے بڑھ رہی تھی' آواز پہ چونک کے پلٹی۔ سامنے سبز لباس میں مسکراتی ہوئی عصرہ گلاس تھامے کھڑی تھی۔ "ایک آرٹ تھیف میرے شوہر سے اتنی لمبی کیا بات کر رہی تھی؟"

اس کی آنکھوں میں انگارے دہک رہے تھے اور وہ ضبط کے آخری دہانے پہ تھی۔ تالیہ مسکرائی اور اس کے قریب آئی۔

"میں ان کو بتا رہی تھی کہ کیسے ایک عورت اپنے شوہر کی چھوٹی سی بہن سے جیلس ہو گئی اور اسے خود ہی اغوا کرنا چاہا مگر جس نینی سے یہ کام لیا' وہ اس بچی سمیت پھسل گئی۔" اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔ "نینی تو مر گئی مگر کیا وہ بچی بھی مر گئی تھی؟ اگر وہ زندہ نکل آئی اور یہ ثابت کر دیا کہ اس کی مجرم اس کی سو کالڈ سوتیلی ماں تھی' تو کیا ہو گا مسز عصرہ؟" اور واپس سیدھی ہوئی۔

عصرہ کی گرفت گلاس پہ مضبوط ہو گئی۔ جبڑہ بالکل بھنچ گیا اور رنگت.....رنگت سرخ پڑنے لگی۔

"مجھے دھمکانے کی کوشش مت کرو' تالیہ۔" دانت پہ دانت جما کے وہ غرائی۔ "میں وان فاتح کی بیوی ہوں۔"

"غلط!" وہ ایک ابرو اٹھا کے بولی۔ "آپ وان فاتح کی پہلی بیوی ہیں۔"

اور یہ کہہ کے وہ مڑی اور مہمانوں میں آگے بڑھ گئی۔

عصرہ محمود کی رنگت یوں سفید پڑی گویا وہ کوئی پانچ سو ستاون برس قبل کا گارے سے بنا مجسمہ ہو۔ وہ وہاں سے ہل نہیں سکی۔ اس کا سانس رک چکا تھا۔

(پہلی بیوی' پہلی.... بیوی؟)

چھناک کی آواز سے وہ چونکی۔ شیشے کا گلاس اس کے ہاتھ کی سخت گرفت میں ٹوٹ چکا تھا۔ جہاں جوس اس کے لباس پہ چھلکا' وہیں کرچیاں گھاس پہ بکھر گئیں۔ ہاتھ پہ خراشیں لگیں اور اگلے ہی لمحے خون کی بوندیں رسنے لگیں۔

کچھ لوگوں نے دیکھا اور اسے پکارا بھی مگر وہ معذرت کرتی تیزی سے باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ اس کی رنگت اب زرد پڑ رہی تھی۔ اور قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔

"یہ کیا کہا آپ نے انہیں' چے تالیہ؟" وہ ساری بات سن کے بے یقینی سے بولا تھا۔ تالیہ نے گہری سانس لی۔

"آریانہ کے زندہ ہونے کی بات پہ عصرہ نے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ ہم نے دو ماہ اس پہ نظر رکھی ہے۔ مجھے اس کو اس کی کچھار سے باہر نکالنا ہے، ایڈم۔ مجھے اس کو provoke کرنا ہے۔ وان فاتح نے مجھے ایک کام دیا تھا۔ اپنی بیٹی کے قاتل کو انجام تک پہنچانے کا۔ میں اسے پورا کیے بغیر نہیں رہوں گی۔"

وہ اسے دیکھ کے رہ گیا۔ "اگر انہوں نے فاتح صاحب سے پوچھ لیا تو؟"

"میں چاہتی ہوں وہ پوچھے۔ اچھا ہے وہ پوچھ لے۔"

"میں سمجھا آپ ان سے ناراض ہیں۔" دل کو دھکا لگا تھا۔

"میں ان سے ناراض ہوں۔" وہ سنجیدگی سے دور باتھ روم کی طرف جاتی عصرہ کو دیکھ کے بولی۔

"مگر ان دو ماہ میں' میں نے اپنے اور ان کے تعلق کی حقیقت جان لی ہے۔"

"اور وہ حقیقت یہ ہے کہ آپ ان کی فین نہیں تھیں۔ یہ صرف فین ڈم ہوتا تو آئیڈیلزم کا بت ٹوٹنے پہ

آپ کے دل میں ان کی نفرت بھر جاتی۔" ایڈم غور سے اس کو دیکھ کے تھکے تھکے سے انداز میں بولا۔ "یہ محبت تھی اور محبت مرضی سے نہیں ہوتی۔ یہ نصیب میں لکھی ہوتی ہے۔ کسی کے لیے رزق کی طرح تو کسی کے لیے روگ کی طرح اس کو لکھ دیا جاتا ہے۔ میں آپ کو سمجھ سکتا ہوں۔ اب گھر چلتے ہیں۔ میرا دل ان مصنوعی لوگوں کی محفل میں اکتانے لگتا ہے۔"

وہ ابھی تک دور ہجوم کو دیکھ رہی تھی اور ایڈم نے اپنی آنکھوں کا خالی پن چھپانے کے لیے رخ موڑ لیا تھا۔

باتھ روم میں عصرہ آئینے کے سامنے کھڑی تیز نل کے نیچے ہاتھ دیے ہوئے تھی۔ پانی مسلسل گرتے خون کو سنک میں بہائے لے جا رہا تھا اور وہ گم صم سی کھڑی تھی..... پانی میں مختلف مناظر ابھر ابھر کے معدوم ہو رہے تھے.....اسے کیا کرنا چاہیے؟

اس نے دیکھا.....وہ گھر جاتے ہی وان فاتح کا گریبان پکڑ لیتی ہے۔

"اس نے مجھے تمہاری پہلی بیوی کہا...." وہ چلا کے کہتی ہے۔ "تمہاری دوسری بیوی کون ہے؟ وہ فراڈ ؟ وہ چور؟"

"ہاں....وہی ہے۔ میں تنگ آچکا ہوں تم سے۔ تم میری بیٹی کی قاتل ہو۔" وہ جواباً غصے سے غراتا ہے۔

عصرہ نے سر جھٹکا۔ وہ ابھی تک سفید باتھ روم میں کھڑی تھی اور نل کی تیز دھار اس کے ہاتھ پہ پڑ رہی تھی۔ اس نے پانی کے ست رنگے بلبلوں میں ایک دوسرا عکس دیکھا.....

"فاتح....فاتح...." وہ روتے ہوئے اس کی کہنی تھام کے کہتی ہے۔ "اس نے کہا میں اس کی پہلی بیوی ہوں۔ پلیز مجھے بتاؤ۔ یہ سب کیا ہے؟"

"عصرہ...." وہ اس کے کندھے تھام کے حیرت سے کہتا ہے۔ "پتہ نہیں وہ پاگل لڑکی کیا کہہ رہی ہے۔

میری

کوئی دوسری بیوی نہیں ہے۔ میں نے کبھی تم سے بے وفائی کی ہے کیا؟"

دونوں ممکنہ مناظر بلبلے بن کے پھٹ گئے۔

"کیا سوچ رہی ہیں، ماما؟"

وہ چونکی۔ تیزی سے ہاتھ کھینچا تو خودکار نل بند ہو گیا۔ آئینے میں اسے باتھ روم کے کونے میں کھڑی سفید فراک والی بچی نظر آئی تھی۔ اس کے لباس پہ سامنے سرخ دھبے لگے تھے اور وہ مسکرا کے عصرہ کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا آپ ڈیڈ سے پوچھیں گی نہیں؟"

"پوچھا تو وہ کیا کہے گا؟ یا اعتراف کرے گا یا جھوٹ بول دے گا۔ ایک صورت میں میں شوہر ہار دوں گی دوسری صورت میں اس رشتے کا اعتبار۔ میں تو دونوں صورتوں میں ہارتی ہوں، آریانہ۔"

وہ تھکے تھکے انداز میں بولی۔ آریانہ چلتی ہوئی واش بیسن کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس کے سفید ہیئر بینڈ کے اوپر بھی خون کا دھبا لگا تھا۔

"کیا معلوم تالیہ جھوٹ بول رہی ہو، ماما۔"

"اور جو وہ دونوں آتشبازی کے دوران ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، وہ بھی جھوٹ تھا؟" اس نے آئینے کی طرف پشت کر لی اور بیسن سے ٹیک لگا لی۔ وہ تھک چکی تھی۔

"اگر آپ مجھے نہ مارتیں تو آپ دونوں کے رشتے کے درمیان یہ خیانت نہ آتی۔ یہ آپ نے اپنے ساتھ خود کیا ہے، ماما۔ آپ نے ان کے دل سے اپنی محبت خود نکالی ہے۔"

"محبت؟" وہ دھیرے سے ہنسی۔ "فاتح نے کبھی مجھ سے محبت نہیں کی۔ اس نے صرف تم سے محبت کی تھی۔ مجھ سے شادی بھی تمہارے لئے کی۔ جو اس کی آنکھوں میں تالیہ کو دیکھ کے نظر آتا ہے، وہ میرے

لئے کبھی نہیں تھا۔شاید تمہارے لئے بھی نہیں تھا۔میں اس....اس شے کو ان دونوں سے نہیں چھین سکتی۔"

"تو اب آپ کیا کریں گی؟"

"میں...."اس نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔مٹھیوں سے اطراف میں بیسن کے کونوں کو بھینچے رکھا تھا۔

"میں جل رہی ہوں' آریانہ۔میری دنیا جل چکی ہے اور میرا دل راکھ ہو چکا ہے۔میں نے فاتح کو کھو دیا ہے۔تمہیں مار کے بھی میں اسے خود سے باندھ نہیں سکی۔"

"آپ نے میری جان لی تھی' ماما۔یہ آپ کے گناہوں کا بدلہ ہے۔"عصرہ نے آنکھیں کھولیں۔

"اور فاتح کو اس کے گناہوں کا بدلہ کب ملے گا؟ تالیہ کو سزا کب ملے گی؟ اگر انہوں نے شادی کی ہے' تو بھی یہ گناہ ہے۔میرا اعتبار توڑنے کا گناہ....مجھے دکھ دینے کا گناہ۔"

"اب آپ کیا کریں گی؟"آریانہ بار بار وہی ایک سوال پوچھ رہی تھی۔

"میرے پاس کرنے کو کچھ نہیں بچا۔میں ہار چکی ہوں۔میں اب فاتح کو نہیں جیت سکتی۔لیکن....."
وہ مڑی اور نل تلے دونوں ہاتھ رکھے۔پانی کی دھار گری اور ہاتھوں کا پیالہ لبالب بھر گیا۔عصرہ نے پانی چہرے پہ ڈالا تو مسکرا بہنے لگا۔اس نے سیاہ آنکھیں اٹھا کے آئینے میں دیکھا۔

"لیکن میں اس لڑکی کو بھی جیتنے نہیں دوں گی۔میں اس کو وہاں لے جا کر ماروں گی جہاں سے اس نے گمان بھی نہیں کیا ہوگا۔"

تھوڑی دیر بعد وہ کار کی طرف جاتے ہوئے فون پہ کہہ رہی تھی۔"فاتح میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔میں گھر جا رہی ہوں۔"پھر مسکرائی۔"نہیں ڈیئر' میں بس تھکی ہوئی ہوں۔ذرا سا آرام کرلوں تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

فون رکھا تو چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔کار تک آ کے اس نے ڈرائیونگ ڈور کھولا' ہکا بکا کھڑے ڈرائیور سے

چابی لی اور اندر بیٹھ گئی۔ سیکیورٹی کو اپنے ساتھ آنے سے سختی سے منع کیا اور کار کو خود چلاتے ہوئے سڑک پہ ڈال دیا۔

"سرمد...." اب وہ فون پہ سپاٹ انداز میں کہہ رہی تھی۔ "مجھے ابھی اسی وقت ملو۔ ہاں میں تمہاری شاپ پہ آرہی ہوں۔ گاہکوں کو فارغ کردو۔"

فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی آریانہ نے سوچتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ سرمد وہی پیشہ ور ہے نا جس کے ذریعے آپ نے مجھے اغوا کرنے والی ننی ہائر کی تھی۔ آج آپ کس کی جان لینے جارہی ہیں؟"

"دفع ہو جاؤ' آریانہ۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔" وہ چلائی اور کار کی رفتار بڑھادی۔

سرمد کی دکان ایک اندرون بازار میں تھی۔ اس میں ترکش قالین اور نوادرات سجے تھے مگر اس وقت وہ خالی پڑی تھی۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ ایک بغلی دروازے سے سیڑھیاں نیچے اترتی تھیں۔

نیچے ایک خوبصورت سا دیوان خانہ بنا تھا جہاں ایک شیلف نوادرات سے آراستہ کیا گیا تھا اور وہاں میز کرسیاں رکھی تھیں۔ عصرہ اس وقت ایک کرسی پہ بیٹھی تھی۔ اپنے سبز پارٹی وئیر کے برعکس اس کا چہرہ اب میک اپ سے پاک دھلا دھلایا تھا۔

"بتایئے مسز عصرہ...." سامنے بیٹھا نوجوان بے حد دبلا پتلا تھا۔ اس کا سر جسم سے بڑا لگتا تھا اور سیاہ گھنگریالے بال چھتے کی صورت تھے۔ اس چھتے پہ اس نے ایک سرخ ہیئر بینڈ لگا کے ان کو پیچھے کر رکھا تھا۔ "میں آپ کے لئے کیا کرسکتا ہوں؟"

سینے پہ بازو لپیٹے بیٹھی عصرہ نے گہری سانس لی۔ "تم میرے بابا کے وفادار رہے ہو اور میرے بھی۔ اس دفعہ صرف ایک چیز چاہیے۔ کام میں خود کرلوں گی۔ تم صرف اوزار فراہم کرو گے۔"

سرمد نے اس کی گلابی متورم آنکھوں کو غور سے دیکھا۔ "کام کیا ہے؟"

''کسی کی جان لینی ہے۔'' اس کی آواز کپکپائی۔

''مسئلہ ہی نہیں ہے میں لے لوں گا۔ آپ اپنے ہاتھ کیوں گندے کرتی ہیں؟''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''یہ جان بہت قیمتی ہے اور مجھے بہت محبوب ہے' سرمد۔ اسے میں خود لوں گی

''۔

''اور کیا ہتھیار چاہیے آپ کو؟''

''زہر۔ Arsenic''

''صبح تک مل جائے گا۔ مگر آپ پہ الزام تو نہیں آئے گا؟'' وہ فکر مند ہوا۔ تو وہ مسکرا دی۔

''بے فکر رہو۔ الزام اس لڑکی پہ آئے گا جو اس الزام کی اہل ہے۔''

اس کی آنکھوں میں جلتے انگارے صاف دکھائی دے رہے تھے حالانکہ دکان کے اس حصے میں کوئی آتشبازی نہیں ہو رہی تھی۔

☆☆==========☆☆

وہ صبح کے ایل کے آسمان پہ بہت بکھری ہوئی طلوع ہوئی تھی۔ آج آسمان پہ بادل نہیں تھے اور مطلع صاف تھا۔ ایسے میں تتلیوں کے باغ میں بنی روش پہ وہ دونوں چل رہے تھے۔ دائیں ہاتھ چلتا آدمی موبد تھا۔ اس کے کالر سے مائیک لگا تھا اور وہ ہاتھ ہلا ہلا کے ایڈم سے سوالات پوچھ رہا تھا۔ ایڈم کے بال ماتھے پہ بکھرے تھے اور آنکھ کا نیل قدرے مندمل ہو چکا تھا۔ بازو پہ بندھی آرم سلنگ ویسی ہی تھی۔ وہ اپنے زخمی بازو کو گردن سے گویا لٹکائے' مسکرا کے ساتھ چلتے ہوئے جواب دے رہا تھا۔

دو کیمرہ مین ان کے سامنے اپنے کیمرے لیے الٹے قدموں پیچھے ہٹ رہے تھے۔

''ایڈم اس جمعے کو آپ اپنی کتاب ریلیز کرنے جا رہے ہیں۔ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟''

زخمی ہاتھ والا نوجوان سر جھکا کے مسکرایا اور پھر چہرہ اٹھا کے کہنے لگا۔

"میں اطمینان محسوس کر رہا ہوں۔ میری کتاب آن لائن ریلیز ہو گی اور اسے عام عوام مفت ڈاؤن لوڈ کر سکے گی۔ یہ دوری نگارہ ملایو کا پارٹ ون ہے۔ ابھی میں ان تمام ای میلو کو نہیں پڑھ سکا۔ جب پڑھوں گا تو اگلا پارٹ لکھوں گا۔"

"ای میلو پڑھنے میں اتنی دیر کیوں لگ رہی ہے؟"

"کیونکہ وہ بہت زیادہ ہیں اور میں ایک اکیلا۔ اور پھر ہر ای میل کو سمجھنے اور اس کا کنکشن بنانے میں وقت لگتا ہے۔"

وہ دونوں روش پہ چلتے پل تک آ گئے۔ کیمرہ مین اب پل کے وسط میں کھڑے تھے اور ان کی ویڈیو بنا رہے تھے۔ ایڈم اینکر کی طرف رخ موڑے بات کر رہا تھا۔ اس کے بازو کے پلستر پہ ایک نیلے اور زرد رنگوں والی تتلی آن بیٹھی تھی۔

"آپ کو مزید دھمکیاں یا رشوتوں کی پیشکش ملی؟"

ایڈم دھیرے سے ہنس دیا۔ "اس مار پیٹ کے واقعے کے بعد کوئی دھمکی تو نہیں ملی البتہ کلائیڈ اینڈ لی کے چند نامی گرامی کلائنٹس نے مجھ سے رابطہ کر کے دوستی کی خواہش ظاہر کی ہے۔"

"تو آپ نے کیا کہا؟"

"میں نے سب سے پہلے انہی کی ای میلو تلاش کر کے ان کے نام کتاب میں ڈالے۔"

اور وہ دونوں ہنس دیے۔

"اگر یہ لوگ آپ کو کورٹ لے گئے تو؟"

"بھئی میں نے تو ڈیٹا نہیں چرایا۔ مجھے تو وسل بلوور نے دیا ہے۔ وسل بلوور کو ہمارا قانون تحفظ دیتا ہے۔ اور کلائیڈ اینڈ لی اگر ان کاغذات کو deny نہیں کرے گی۔ وہ وکلاء ہیں اور ان کو معلوم ہے کہ یوں بولے گئے جھوٹ ان کو مصیبت میں پھنسا سکتے ہیں۔ پھر اس فرم نے تو کوئی جرم نہیں کیا۔ ہانگ

کانگ کے قانون کے مطابق انہوں نے ان لوگوں کا روپیہ محفوظ رکھا ہے تو اس میں کچھ غلط نہیں ہے۔
میں صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ ان لوگوں نے جو پیسہ کلائیڈ اینڈ لی میں چھپایا تھا' وہ کمایا کہاں سے تھا؟
صوفیہ رحمٰن جواب دے دیں' میں اپنی کتاب انٹرنیٹ سے اتارلوں گا۔"

تتلی ہنوز اس کے بازو پہ بیٹھی تھی۔ اور وہ پل پہ چلتا جارہا تھا۔ پل کے نیچے تنگ سا چشمہ بہہ رہا تھا جس میں مچھلیاں تیرتی نظر آتی تھیں۔ پل کو سبز بیلوں نے دونوں طرف سے ڈھکا ہوا تھا اور اوپر جا کے وہ مل جاتیں، گویا سبز چھاتا سا بن جاتا۔ ان پتوں پہ جگہ جگہ چھوٹی بڑی تتلیاں بیٹھی تھیں۔

"ویسے آپ اگر تین چار بڑے آدمیوں سے ڈیل کر لیتے تو آپ کو بے تحاشا دولت مل سکتی تھی۔ پھر آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟"

موہد کو سوال پوچھتے ہوئے توقع تھی کہ وہ کہے گا کہ اسے دولت یا شہرت سے دلچسپی نہیں ہے مگر وہ ایڈم بن محمد سے ابھی ٹھیک سے واقف نہیں ہوا تھا۔

"دولت سب کو اچھی لگتی ہے' موہد اور مجھے بھی لگتی ہے۔ اور میں ابھی بھی پیسے کما رہا ہوں۔ یہ انٹرویو کرنے

کے آپ مجھے پیسے دے رہے ہیں۔ جو چینل مجھے بلاتا ہے وہ مجھے پیسے بھی دیتا ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ میں ایک دن آپ سے بھی بڑا اینکر بن جاؤں۔ ملک کا highest paid اینکر۔ تاکہ میں بھی ایک بہتر زندگی گزار سکوں۔ (موہد نے اسے آنکھوں میں اشارہ کیا مگر وہ سادگی سے کہتا جارہا تھا۔) میں اتنا بڑا صحافی بننا چاہتا ہوں کہ میری کتابیں ہاتھوں ہاتھ بکیں۔ سب سے اچھا ڈاکٹر سب سے زیادہ مہنگا ہوتا ہے۔ جو جتنا اپنی فیلڈ میں اچھا ہوتا ہے وہ اتنے زیادہ پیسے لیتا ہے' کیونکہ وہ انسان کی محنت اور ٹیلنٹ کی کمائی ہوتی ہے۔ وہ سب میں ضرور کماؤں گا۔ لیکن سچ کو چھپا کے اور ضمیر کو بیچ کے نہیں۔"

وہ دونوں اب پل سے اتر کے اس تنگ روش پہ چلنے لگے جس کے دونوں اطراف درخت تھے۔ جہاں

تتلیاں ہر سو اڑتی پھر رہی تھیں۔ ایک طرف باڑ لگی تھی جس کے ساتھ گرین ہاؤس بنے تھے اور ان میں مختلف رنگوں اور سائز کے کیڑے رینگ رہے تھے۔

"ناظرین ابھی بریک پہ چلتے ہیں۔ ہمارے ساتھ رہیے گا۔" موحد نے کیمرے میں مسکرا کے کہا اور جیسے ہی بتی بجھی، وہ تیورا کے ایڈم کی طرف گھوما۔

"یار۔" مائیک کا بٹن آف کیا۔ "تم بہت سیدھے ہو۔ یہ پیسے کی باتیں آن ائیر نہیں کرتے۔"

"کیوں؟ آپ مجھے انٹرویو کے پیسے تو دیتے ہیں۔"

"ہاں یار مگر یہ جو پبلک ہوتی ہے نا۔" موحد نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور اسے سمجھانے لگا۔ "یہ خود سارا دن بازاروں میں خرید و فروخت بھی کریں گے اور ان کے اپنے ماں باپ کاروبار یا نوکریاں کر کے ان کو پالیں گے، مگر یہ کچھ لوگوں کو ہمیشہ درویش صفت دیکھنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر، اسکالر اور لکھاری۔ لوگ توقع کرتے ہیں کہ چونکہ یہ لوگ معاشرے کے ناسوروں کا علاج کر رہے ہیں، اس لیے ان کو یہ کام مفت میں کرنا چاہیے۔ اور اگر یہ اپنے کام کا معاوضہ لیں تو اسے بری نظر سے دیکھا جاتا ہے۔"

"مگر سب کے گھر والے کام کرتے ہیں۔ کوئی ٹیچنگ کرتا ہے، کوئی دوسری نوکری کرتا ہے۔ باقی لوگ بھی تو کام کی تنخواہ لیتے ہیں۔ جو اپنی فیلڈ میں جتنا ترقی کرتا جاتا ہے، اس کا معاوضہ اتنا ہی بڑھتا ہے۔ سب پروفیشنلو

ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ میں بھی یہی کرنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا اچھا۔ لیکن کم از کم مجھے ملک کا highest paid اینکر نہ کہہ دینا۔ انکم ٹیکس والے پیچھے پڑ جاتے ہیں پھر۔" اس نے ہاتھ جوڑے تھے۔ ایڈم نے گہری سانس لی۔

"ویسے آپ ملک کے highest paid اینکر ہیں تو سہی۔ آپ نے خود مجھے بتایا تھا۔" مگر موحد کی گھوری دیکھ کے ہاتھ اٹھا دیے۔

"او کے آپ کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا لیکن مجھے اپنی محنت اور کام کا برحق معاوضہ لینے میں کوئی شرم کوئی جھجک نہیں ہوتی۔" وہ صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔ اس کے آرم سلنگ پہ تتلی ہنوز اسی طرح بیٹھی تھی۔ سفید پلستر پہ رنگین قلموں سے لکھے دستخطوں کو وہ دیکھے جا رہی تھی اور اس کو دیکھ کے ایڈم نے سوچا تھا کہ معلوم نہیں' اس بار چے تالیہ نے اس کا انٹرویو دیکھا تھا یا نہیں۔

☆☆==========☆☆

قریباً گھنٹہ بھر پہلے حالم کے بنگلے میں اس شام تالیہ مراد تمام کاموں سے فارغ ہو کے ٹی وی کے سامنے آ بیٹھی تھی۔ اس نے آج ایک کیس حل کیا تھا' اور عجلت میں وہ گھر آئی تھی تا کہ انٹرویو مس نہ ہو۔ لاؤنج کی بتیاں بجھائے اور کھڑکی کے پردے ہٹائے' اس نے صرف ٹی وی کی چمکتی اسکرین سے نیم اندھیر لاؤنج کو منور کر رکھا تھا۔ سلاد کا باؤل گود میں رکھے' وہ صوفے پہ آلتی پالتی کیے بیٹھ گئی اور کمرشل بریک گزرنے کا انتظار کرنے لگی۔

ڈور بیل کی چنگھاڑتی آواز نے ایک دم اسے شدید بدمزہ کر دیا۔ ماتھے پہ بل ڈالے تالیہ اٹھی اور سلیپرز پیروں میں گھسیٹتی باہر آئی۔ پورچ تک آتے ہی وہ ٹھہری۔ چھوٹے گیٹ کے باہر کھڑے پراسیکیوٹر احمد نظام دکھائی دے رہے تھے۔

اس نے ایک نظر اپنے حلیے کو دیکھا۔ وہ بالوں میں ہیئر بینڈ لگائے' کھلی سیاہ قمیض اور سفید ٹراؤزر پہنے ہوئے تھی۔ وہ کہیں سے بھی شہزادی نہیں لگ رہی تھی جو پچھلی دفعہ.... اونہوں.... وہ سامنا کرنے کو تیار تھی۔

"چے تالیہ۔ مخل ہونے کے لئے معذرت۔" پراسیکیوٹر صاحب اس کو دیکھ کے مسکرائے۔ وہ بھی جبراً مسکراتے ہوئے آگے آئی' دروازہ کھولا اور انہیں راستہ دیا۔

"میں آپ کی معذرت قبول کرتی ہوں۔ آیئے۔"

وہ انہیں چھوٹے سے لان میں لے آئی۔ ایک کرسی کو میز کے سامنے یوں رکھا کہ میز کی دوسری طرف سفید کین کا جھولا تھا۔

"اندر نہیں بلائیں گی؟" وہ کرسی پہ بیٹھے تو وہ جھولے پہ بیٹھ گئی اور ٹانگ پہ ٹانگ جمالی۔ دونوں کے درمیان اب ایک میز اور بہت سے شکوک حائل تھے۔

"آپ سرچ وارنٹ کے ساتھ آئیں تو بلا لوں گی۔"

تالیہ نے سنجیدگی سے ان کو دیکھ کے کہا جو مسکرا کے اطراف کا جائزہ لے رہے تھے۔ شام ابھی روشن تھی اور گھاس خشک تھا۔ تالیہ کے بائیں ہاتھ کھڑکی تھی جس سے اندر اندھیر لاؤنج میں چمکتی ٹی وی اسکرین دکھائی دے رہی تھی۔ آواز ساؤنڈ پروف شیشوں کے باعث نہیں سنائی دیتی تھی۔

"آپ کا سیاسی انتقام ابھی ختم نہیں ہوا جناب؟ مگر اوہ سوری آپ تو صرف مہرہ ہیں۔ صوفیہ رحمٰن کی bidding کے لئے۔"

احمد نظام نے بہت ضبط سے اسے دیکھا۔ "چے تالیہ آپ اپنے اعمال کسی اور کے سر نہیں تھوپ سکتیں۔"

"اور کیا کیا ہے میں نے؟"

"بظاہر کچھ بھی نہیں۔ میں نے آپ کے کاغذات بہت باریک بینی سے پڑھے ہیں۔ گو کہ میں جانتا ہوں کہ آپ ایک آرٹ تھیف' اور کون دومن ہیں مگر اپنی ہر واردات سے کمائے پیسے کو آپ نے خوبصورتی سے کسی پینٹنگ کی فروخت کی مد میں ڈال کے سفید کر رکھا ہے۔ اگر صوفیہ رحمٰن آپ جتنی عقلمند ہوتیں تو اپنے کالے دھن کا منی ٹریل پہلے دن سے بنا رکھتیں مگر حکمران طبقہ منی ٹریل اس لئے نہیں بناتا کہ انہیں پکڑے جانے کا ڈر نہیں ہوتا۔ آپ کو تھا اور میں آپ کی ذہانت کی قدر کرتا ہوں۔"

"اچھا تو اب میں چور بھی ہوں۔ یوں کریں دو چار قتل بھی ڈال دیں میرے اوپر۔ کیس ذرا مضبوط ہو

جائے

گا۔"

"میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی' چے تالیہ۔" وہ مسکرائے اور پراسیکیوٹر ایسی مسکراہٹ کسی بھی مشتبہ شخص کو چونکانے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ "میں نے کہا نا' آپ نے اپنی ملکیت میں موجود ہر شے کس طرح خریدی' ساری دولت کس طرح بنائی' آپ کے پاس ہر چیز کا پیپرز میں منی ٹریل ہے۔ سوائے ایک چیز کے۔" وہ ٹھہر کے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگے تو تالیہ نے گہری سانس لی۔

"آپ کو تو مسٹری رائٹر ہونا چاہیے تھا۔"

وہ اس کی آنکھوں سے نظریں ہٹائے بغیر بولے۔

"یہ سرخ آنسو شکل یاقوت اور ہیروں سے مزین انگوٹھی کہاں سے آئی ہے آپ کے پاس چے تالیہ؟"

تالیہ کی لٹ کو لپیٹتی انگلی ٹھہری۔ اس نے ہاتھ سامنے کر کے شام کی نیلگوں روشنی میں اس قیمتی انگوٹھی کو دیکھا اور پھر احمد نظام کو۔

"چچ چچ۔ آپ دو ماہ یہی سوچتے رہے؟ مجھ سے پوچھ لیتے۔ خیر..... یہ ایک گفٹ تھا۔"

"کس کا؟"

مگر تالیہ کے پاس جواب تیار تھا۔

"میری فوسٹر فیملی جو لاہور میں تھی' یہ ان کے دادا..... یعنی میرے فوسٹر دادا کی خاندانی انگوٹھی تھی۔ میں نے ان کی خدمت کی تھی اس لئے انہوں نے یہ مجھے دی تھی۔"

احمد نظام مسکرا دیے۔ "میں نے کافی دن سوچا کہ آپ اس انگوٹھی کو کس کے سر ڈالیں گی اور مجھے آپ کی فوسٹر فیملی کا ہی خیال آیا۔ بیرونِ ملک موجود خاندان جس کو اب تلاش کرنا بھی ممکن نہیں' آپ یقیناً انہی کا نام لیں گی۔ اسی لئے میں نے ان دو ماہ میں نہ صرف ان کو تلاش کر لیا بلکہ ایک جج کی موجودگی میں ان

کے ویڈیو بیانات بھی لے لئے۔ پاکستانی دوستوں کا یہ فائدہ تو ہوتا ہی ہے۔"

تالیہ کے اعصاب تن گئے۔ اس کا حلق سوکھنے لگا۔

"اور ہاں تالیہ..... یہ انگوٹھی ان کے خاندان سے آپ کو نہیں ملی۔ اس انگوٹھی کو وہاں کوئی نہیں پہچانتا۔ اس سے پہلے کہ آپ یہ کہیں کہ جس یتیم خانے میں آپ نے پرورش پائی' ان کے منتظمین کو یہ بچپن میں آپ کے ہاتھ میں ملی تھی' میں ان سے بھی پوچھ چکا ہوں۔ آپ نے ان کو بتا رکھا ہے کہ آپ ایک اسکول ٹیچر ہیں اور اس انگوٹھی کو بھی وہ نہیں پہچانتے۔"

تالیہ نے دانت پہ دانت جمائے' برہمی سے انہیں دیکھا۔ "یہ میری انگوٹھی ہے اور یہ مجھے کسی نے تحفہ دی تھی۔ ملک کا کوئی قانون مہنگے تحفوں کو قبول کرنے کے خلاف نہیں ہے۔"

"جی مگر آپ کو بتانا پڑے گا کہ یہ انگوٹھی آپ نے کہاں سے لی۔ آپ جھوٹ بول کے پہلے ہی میرے اور اپنے درمیان اعتماد کی فضا کو مجروح کر چکی ہیں۔" وہ ذرا نرمی سے بولے تو اس نے تندہی سے انہیں دیکھا۔

"آپ کا ضمیر آپ کو ایک سیاسی انتقام کا حصہ بننے پہ ملامت نہیں کرتا؟ آپ کو رات کو نیند آ جاتی ہے؟"

"کیا یہ آپ کا واحد ڈیفینس ہے؟"

وہ چپ رہ گئی۔ پھر گہری سانس لی۔

"یہ انگوٹھی مجھے جس نے بھی دی تھی' میں اس کا نام نہیں بتانا چاہتی۔ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا اور....."

"اور آپ نے اس سے شادی نہیں کی؟"

"نہیں۔"

"مگر آپ نے اس کی انگوٹھی رکھ لی؟"

"یہ تحفہ تھا اور تحفہ دیتے وقت اس نے مجھے پرپوز نہیں کیا تھا۔"

"مگر پرپوزل وصول کرنے کے بعد آپ نے انکار کے ساتھ انگوٹھی واپس نہیں کی؟"

"آپ مجھے میری اخلاقیات پہ جج نہ کریں تو بہتر ہوگا۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔" وہ غرائی تھی۔ اس کی رنگت دہکنے لگی تھی اور دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔

"آپ مجھے اپنے اس suitor کا نام بتا دیں تو میں اس کا بیان لے کر یہ کیس ختم کر دوں گا۔"

اس نے بے بسی بھرے غصے سے اسے دیکھا۔ وہ ایڈیٹ پراسیکیوٹر 557 برس پرانے ایک سلطان کا بیان کیسے لے سکتا تھا؟

"میں نے کہا نا' یہ تحفہ تھا اور میں نے اسے رکھ لیا ہے۔ یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ مجھے اس کو ثابت کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔"

"ایکچولی آپ کو ہے۔" انہوں نے کوٹ کی جیب سے ایک ننھا فولڈر نکالا اور اس کے سامنے کھول کے رکھا۔ تالیہ نے بھنویں بھینچے اس پہ نگاہ ڈالی۔ شام کی روشنی مطالعے کے لئے نامناسب تھی۔

"میرے پاس اس کو پڑھنے کا وقت نہیں ہے۔"

"یہ انگوٹھی صوفیہ رحمٰن کی ہے۔"

جھولے پہ بیٹھی تالیہ ساکت رہ گئی۔ اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ "واٹ؟" اس نے تیزی سے فائل اٹھائی اور صفحے پلٹائے۔

"یہ انگوٹھی چار ماہ قبل صوفیہ رحمٰن کے لاکر سے چوری ہوئی تھی۔ اس کی رپورٹ انہوں نے خفیہ اداروں کو دی تھی اور اس رپورٹ میں لکھی انگوٹھی کی ڈسکرپشن اور تصاویر ہو بہو آپ کی انگوٹھی والی ہیں۔ اس میں اس جیولر کا بیان بھی ہے جس نے یہ انگوٹھی بنائی تھی۔ ہم نے آپ کی تصاویر اس کو دکھائی ہیں اور

وہ اس انگوٹھی کو پہچان گیا ہے۔ میں آپ کے پاس اس انگوٹھی کا وارنٹ لئے حاضر ہوا ہوں۔ ہمیں اس کو فارنزک میں بھیجنا ہوگا۔" اس نے فائل رکھی اور تیکھی نظروں سے انہیں دیکھا۔

"میرا آپ سے ایک سوال ہے، پراسیکیوٹر صاحب۔"

"پوچھیے۔"

"آپ نے بہت اچھی تفتیش کی ہے۔ میری انگوٹھی پہ آپ کو شک گزرا۔ اور صوفیہ رحمن کی انگوٹھی کی گمشدگی کی رپورٹ سے اس کو میچ کیا تو آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی انگوٹھی ہے۔"

"بالکل۔"

"مجھے صرف اتنا بتائیں۔ پہلے کیا دیکھا تھا آپ نے؟ میری انگوٹھی؟ یا صوفیہ رحمن کی رپورٹ؟"

"ایکسکیوز می؟"

"میں خود ہی بتائے دیتی ہوں۔ آپ نے دو ماہ میری انگوٹھی پہ ریسرچ کی اور جب آپ کے بڑوں نے آپ سے پوچھا کہ تالیہ ابھی تک گرفتار کیوں نہیں ہوئی تو آپ نے کارکردگی ظاہر کرنے کے لئے اس انگوٹھی والے شبے کو پیش کر دیا۔ پھر اس کے بعد اچانک سے ایک دن آپ کو صوفیہ رحمن کی رپورٹ دے دی گئی۔ آپ اپنی فتح کے نشے میں اتنے دھت تھے کہ یہ بھی نہیں سوچا کہ ایجنسیاں صوفیہ رحمن کی ہے۔ جیولر صوفیہ رحمن کا ہے، اور پولیس بھی صوفیہ رحمن کی ہے۔ انہوں نے منٹوں میں جعلی رپورٹس بنا کے دیں اور آپ نے یقین کر لیا۔ آپ اس انگوٹھی کو لے جائیں۔ (انگلی سے نوچ کے انگوٹھی اتاری۔) اور جیولر سے پوچھیں کہ اس کے ڈائمنڈ پہ کوئی laser inscribed کوڈ تھا؟ آج کل کے ہر ڈیزائنر ڈائمنڈ پہ کوڈ ہوتا ہے اور یہ انگوٹھی آج کے دور کی ہے ہی نہیں۔ مگر نہیں... فارنزک لیب اس کو صوفیہ کی انگوٹھی ثابت کر بھی دے گی اور یہ تصاویر.... یہ تو کوئی بچہ بھی فوٹو شاپ کر سکتا ہے۔ مگر میں بغیر کسی خوف کے آپ کو یہ انگوٹھی دے رہی ہوں۔" زور سے انگوٹھی میز پہ پٹخی۔ "کیونکہ میں آپ سے نہیں ڈرتی اور

میں ایک بات جانتی ہوں۔ میں نے..... یہ انگوٹھی.... چوری نہیں کی۔ یہ میری ہے۔ یہ میرا تحفہ ہے۔ اور میں ہر عدالت میں جا کے خود پہ لگا یہ الزام غلط ثابت کروں گی۔ آپ جا سکتے ہیں۔"

احمد نظام کے چہرے کے تاثرات تن چکے تھے۔

"بچ تالیہ۔" انگوٹھی کو ٹشو میں اٹھایا اور ایک زپ لاک بیگ میں ڈالتے ہوئے وہ بولے۔ "میں آپ کو ویک اینڈ تک کا وقت دیتا ہوں۔ آپ ملک سے باہر نہیں جائیں گی۔ آپ انڈر آبزرویشن ہیں۔ آپ ویک اینڈ تک مجھے اس suitor کا پتہ بتا دیں۔ میں یہ کیس ختم کر دوں گا۔"

تالیہ نے تمسخرانہ مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔ "آج مجھے اس بات پہ فخر ہے کہ میرا ماضی اتنا اجلا نہیں ہے۔ کم از کم ہم جیسے لوگوں کو ایمانداری کا زعم یوں مغرور اور اندھا نہیں بنا دیتا۔"

اور تنفر سے رخ پھیر لیا۔ اس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں اور چہرہ غصے سے دہک رہا تھا۔

پراسیکیوٹر احمد نظام نے کار میں بیٹھتے ہوئے بے اختیار سوچا تھا۔

(میں نے واقعی انگوٹھی کی بابت اس سرکاری افسر کو بتایا تھا جو یہ کیس سب سے پہلے میرے پاس لایا تھا۔ اور پھر چند دن بعد اچانک سے ایک دوسرے پراسیکیوٹر نے صوفیہ رحمن کی انگوٹھی کی فائل دکھائی۔ کیا واقعی یہ اتفاق تھا یا...؟ اونہوں)

انہوں نے سر جھٹکا۔

(وہ ایک مکار Con Woman ہے۔ وہ میرے دماغ کے ساتھ کھیل رہی ہے۔ اگر وہ سچی ہے تو اس آدمی سے مجھے ملوا دے جس نے اسے یہ تحفہ دیا ہے۔ بات ختم۔ مگر نہیں۔ تالیہ مراد چور ہے اور یہ انگوٹھی اس کو چور ثابت کرنے کا واحد راستہ ہے۔)

"تم نے اس انگوٹھی کا ٹریل پہلے سے کیوں نہیں بنایا تالیہ؟ اف تم اتنی بڑی غلطی کیسے کر سکتی ہو؟"

رات میں وہ لاؤنج میں سر پکڑے بیٹھی تھی اور داتن غصے میں آگ بگولہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"صرف وہ انگوٹھی نہیں' ملا کہ سے لائے کسی زیور کا ٹریل نہیں بنایا میں نے۔ وہ سارا زیور ایک محفوظ لاکر میں ہے جو کہ میرے نام پہ نہیں ہے' اس لئے اس ایڈیمٹ کو اس کا علم نہیں ہو سکا۔ انگوٹھی بس پہنتی تھی تو اس نے دیکھ لی۔ اف مجھ سے اتنا بڑا بلنڈر ہو گیا۔" وہ ماتھے کو پکڑے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"فاتح رامزل کا ساتھ دینا تمہیں بہت مہنگا پڑ رہا ہے تالیہ۔"

"مگر میں نے کچھ غلط نہیں کیا' داتن۔" وہ سر اٹھا کے جیسے اچھنبے سے بولی۔ "یہ میرا زیور تھا۔ میرا جائز زیور۔ مجھے اس کا نہ خوف تھا نہ گلٹ اس لئے میں نے اس کو نظر انداز کر دیا۔"

"اب کیا ہو گا؟"

"کچھ نہیں ہو گا۔" اس نے سر جھٹک کے میز سے آئی پیڈ اٹھا کے گود میں رکھا اور اسکرین روشن کی۔ "جب انسان ایماندار ہو جائے تو ماضی کے گناہوں پہ اسے کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ایسے انسان کا خود پردہ رکھتا

ہے۔ یہ ایڈم کہتا ہے۔ مجھے یقین ہے میری ایمانداری کے بدلے سارے کائنات میرا پردہ رکھے گی۔ یہ لوگ مجھے ملایا کا کانٹا نہیں ثابت کر پائیں گے۔ تم دیکھنا۔" وہ اب روشن اسکرین پہ انگلی پھیر رہی تھی۔ "مجھے ایڈم کا انٹرویو دیکھنا ہے۔"

"داتن اسے دیکھ کے رہ گئی۔

"ایڈم تمہارے لئے کیا ہے تالیہ؟" تالیہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"وہ میرا دوست ہے۔"

"اور تم نے کبھی سوچا کہ وہ تمہارے بارے میں کیا سوچتا ہے؟ شاید انگوٹھی کا ٹریل واحد چیز نہیں ہے جس کو تم نظر انداز کرتی رہی ہو۔"

خفگی سے کہہ کے داتن آگے بڑھ گئی۔ وہ چند لمحے اچنبھے سے اسے دیکھے گئی' پھر سر جھٹک کے اسکرین

کی طرف متوجہ ہوگئی۔ ذہن البتہ ابھی تک احمد نظام کی باتوں میں الجھا تھا۔

اس کے جھوٹ مسلسل پکڑے جا رہے تھے اور اس کے سچ پہ کوئی یقین نہیں کر سکتا تھا۔ اب وہ کیا کرے گی؟

☆☆==========☆☆

ڈاکٹر دین جمال کا آفس ہلکے اور ٹھنڈے رنگوں کے امتزاج میں سجا تھا۔ سفید دیواریں اور ان پہ آویزاں خوبصورت پینٹنگز' کونوں میں رکھے ان ڈور پودے اور وہ آرام دہ سفید کاؤچ جس پہ فاتح بیٹھا تھا..... ہر شے آنکھوں کو ٹھنڈک دیتی تھی۔ ڈاکٹر دین خود بڑی آبنوسی میز کے پیچھے گھومنے والی کرسی پہ بیٹھے تھے اور ناک پہ عینک جمائے' وہ بغور سامنے براجمان الجھے الجھے سے وان فاتح کو دیکھ رہے تھے جو ٹوٹے بکھرے انداز میں وقفے وقفے سے بول رہا تھا۔

"میری زندگی کی ایک رات میرے ذہن سے محو ہو چکی ہے۔" وہ کونے میں رکھے پودے کو دیکھ رہا تھا ۔ کالر والی سادہ ڈریس شرٹ پہنے' وہ عام سے حلیے میں تھا۔ آج شیو بھی نہیں کی تھی اس لئے مزید ڈسٹرب لگ رہا تھا۔

"اس رات کچھ ہوا تھا' دین۔ اور وہ جانتی ہے کہ کیا ہوا تھا مگر وہ مبہم باتیں کر کے چلی گئی اور میں تب سے ذہنی

اذیت میں ہوں۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے' کیا ہوا تھا؟"

"کسی نے مجھے مارا تھا۔ کیونکہ میرے جسم پہ ضربوں اور زخموں کے نشان تھے۔ کچھ پرانے اور کچھ نئے ۔ جیسے اس ایک رات میں کافی عرصہ بیت گیا ہو۔ اور پھر وہ خواب...." اس نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔

"وہ خواب تمہارے ذہن کی اختراع بھی ہو سکتے ہیں۔"

"تو پھر اس کو ان کے بارے میں کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟ وہ پوری جزئیات سے مجھے میرا خواب کیسے بتا سکتی ہے؟" اس نے شکوہ کناں نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھا۔

"کبھی کبھی کسی ناخوشگوار واقعے سے جب انسان ڈیل نہیں کر سکتا تو اس کا ذہن اس میموری کو Repress کر دیتا ہے۔ اکثر بچپن کے برے واقعات کو بچے ذہن میں کوئی اور شکل دے دیتے ہیں یہاں تک کہ بڑے ہونے پہ اصل واقعہ انہیں بھول چکا ہوتا ہے اور اس کا متبادل من گھڑت خوشگوار واقعہ ان کو یاد ہوتا ہے۔"

"مگر یہ میرا بچپن نہیں ہے۔ ایک ہی رات میں، میں ایسے کچھ نہیں بھول سکتا۔"

"ہو سکتا ہے تمہارے سر پہ چوٹ آئی ہو یا ٹراما کی وجہ سے وقتی طور پہ یادداشت چلی گئی ہو۔ یا شاید اس رات کچھ بھی نہ ہوا ہو۔"

"مگر تالیہ کو کیسے علم ہوا؟" اور یہیں آ کے وہ الجھ جاتا تھا۔

"فاتح تمہارا مسئلہ وہ رات نہیں 'تالیہ مراد' ہے۔ تم اسی کے بارے میں سوچ جا رہے ہو۔" ڈاکٹر دین نرمی سے کہہ رہا تھا۔ فاتح نے سر جھٹکا۔

"مجھے نہیں معلوم۔"

"تم اس لڑکی میں انولوڈ ہو رہے ہو اور تم جانتے ہو یہ غلط ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ مجھے اس کے ساتھ ہو کے کبھی کچھ غلط محسوس نہیں ہوتا۔ بس یوں لگتا ہے کہ کوئی تعلق ہے ہمارے درمیان۔ کچھ ایسا جسے میں سمجھ نہیں پا رہا۔"

"تو تم اس کے بارے میں کچھ محسوس نہیں کرتے؟" ڈاکٹر نے ابرو اٹھا کے اسے دیکھا۔ اس نے ہلکے سے شانے اچکائے۔

”میں اس کو مس کرتا ہوں۔ جب وہ سامنے آئے تو مجھے خوشی ہوتی ہے۔ یہ محبت نہیں ہے۔ یہ کچھ اور ہے۔ ایسا کبھی پہلے کسی اور کے ساتھ نہیں ہوا۔“

”کیونکہ تمہیں پہلے کبھی کسی سے محبت نہیں ہوئی۔“

”نہیں یار۔ میری بیوی ہے' میرے بچے ہیں۔ میں یوں دوسری عورت کے بارے میں کیسے سوچ سکتا ہوں؟“ وہ خود سے بےزار ہوا تھا جیسے۔ ڈاکٹر دین نے غور سے اسے دیکھا۔

”محبت کا یہی مسئلہ ہے۔ یہ وبا کی طرح کسی کو کہیں بھی لگ سکتی ہے۔ یہ شادی شدہ لوگوں کو بھی ہو جاتی ہے۔ تمہاری بیوی سے تمہارے تعلقات کئی برسوں سے خراب ہیں۔ تم دونوں پریکٹیکلی ایک سرد کاغذی رشتے کو نبھا رہے ہو۔ اتنے برس سے تم مجھے بتاتے آئے ہو کہ وہ کس طرح تمہارے ساتھ توہین آمیز رویہ رکھتی ہے۔ وہ تمہیں آریانہ کے کھو جانے کا ذمہ دار سمجھتی ہے حالانکہ آریانہ تمہاری بیٹی تھی' اس کی نہیں۔ تمہارا اور تمہاری بیوی کا تعلق برسوں سے ختم ہے۔“

”مگر اب ہم ٹھیک ہیں۔“

”غلط۔ اب تمہاری بیوی نے رویہ بدلا ہے کیونکہ وہ تالیہ مراد سے خوفزدہ ہے۔ تم بےشک نہ مانو مگر میں اس کرسی پہ اس لئے بیٹھا ہوں کیونکہ میں انسانی رویوں کو پڑھ سکتا ہوں۔ تم اپنی بیوی سے بہتر تعلقات کے خواہاں ضرور ہو مگر انسان کے دل سے جب ایک دفعہ اس کا spouse اتر جائے' تو اس رشتے کو واپس پرانی حالت پہ لانا ممکن نہیں ہوتا۔ تم معاشرے کے لئے اس کے ساتھ رویہ بہتر کر سکتے ہو اور تم دونوں سکون سے بھی رہ سکتے ہو مگر محبتیں اپنی مرضی سے زندہ نہیں ہوتیں۔“

”تو پھر میں کیا کروں؟“ وہ جیسے ہار مان گیا تھا۔ ڈاکٹر دین ہاتھ باہم پھنسائے آگے کو ہوئے سنجیدگی سے کہنے لگا۔

”تم ایک ایکسٹرا آرڈنری لڑکی کے ساتھ چند ماہ کام کرتے آئے ہو۔ میں ابھی تک اس لڑکی کو ٹھیک

سے نہیں سمجھ سکا۔ جتنا تم نے بتایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی شخصیت کی مضبوطی' اس کی ذہانت غرض اس کی ہر بات تمہیں متاثر کرتی ہے۔ اگر وہ لڑکی واقعی کوئی چور ہے جیسا کہ تمہیں بتایا گیا ہے تو اس نے تم سے کچھ کیوں نہیں چرایا؟ اس نے صرف تمہاری مدد کی۔ وہ تمہارے کام آئی۔ مگر کیوں؟"

"شاید وہ میرے کاز پہ یقین رکھتی تھی؟"

"شاید۔ یا شاید اس کا مقصد تمہاری توجہ حاصل کرنا تھا، لیکن پھر ایک اصولی موقف پہ اس نے تمہیں چھوڑ کیوں دیا؟ اگر وہ تمہیں صرف حاصل کرنا چاہتی تھی تو اسے تمہارے اردگرد منڈلانا چاہیے تھا۔ اگر وہ تمہیں نقصان دینا چاہتی تھی تو ابھی تک تمہیں نقصان کیوں نہیں پہنچا؟ ایک Con Woman اگر خود کو لائم لائٹ میں لے آئے تو اس کا دھندا ہی ختم ہو جائے گا کہ سب اس کو پہچاننے لگیں گے۔ کوئی انسان اتنا سیلف لیس ہو کے کسی کے لئے کام صرف ایک صورت میں کرتا ہے۔"

"کس صورت میں؟" وہ دھیان سے اس کو سن رہا تھا۔

"محبت میں۔ کیونکہ محبت انسان کو بے بس بنا دیتی ہے۔ آپ مختلف طریقوں سے خود کو اس شخص کے قریب رکھنا چاہتے ہیں۔ چاہے اپنی دنیا داؤ پہ بھی لگ جائے۔"

"تم کہہ رہے ہو کہ اسے مجھ سے محبت ہے؟"

"ہو بھی سکتی ہے۔ مگر وہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ ہمارا مسئلہ تم ہو۔ فاتح محبت شادی شدہ لوگوں کو بھی ہو جاتی ہے مگر سمجھدار انسان اس سے پیچھا چھڑا لیتے ہیں۔ وہ لڑکی شادی شدہ ہے حالانکہ اس کا شوہر کبھی منظر پہ نہیں آیا۔ مگر اس نے تمہارے پاس کام چھوڑ دیا تاکہ وہ تم سے پیچھا چھڑا لے۔ تمہارے دو بچے ہیں اور تمہاری ایک سیاسی پوزیشن ہے۔ سیاستدان کی طلاق اس کو بدنام کر دیتی ہے۔ تمہیں بھی اب اس سے پیچھا چھڑانے کی ضرورت ہے۔" وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

فاتح نے کنپٹی کو دو انگلیوں سے مسلا۔ اس کا سر درد کرنے لگا تھا۔

"اور وہ کیسے؟"

"مرد اور عورت ایک دوسرے کی طرف تب تک اٹریکٹڈ رہتے ہیں جب تک ان کے درمیان mystery رہتی ہے۔ مخالف صنف کی یہی مسٹری محبتوں اور انمیرز کی وجہ بنتی ہے۔ ہم اس مسٹری کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ تم اپنی زندگی میں واپس لوٹ سکو۔"

"وہ بھولی ہوئی رات ہمارے درمیان کی سب سے بڑی مسٹری ہے۔"

ڈاکٹر دین نے قلم سے کاغذ پہ کچھ لکھا۔ پھر چند لمحے سوچتا رہا۔

"کیا اس شادی کی تقریب کے بعد تم نے اس سے پوچھنے کی کوشش کی کہ تمہیں وہ رات کیوں بھول چکی ہے؟"

"ہاں۔ میں نے اسے ٹیکسٹ کیا تھا۔"

ڈاکٹر چونکا۔ "اوہ اور اس نے کیا وجہ بتائی؟"

"صرف ایک لفظ کہا۔ جادو۔" وان فاتح نے شانے اچکائے۔

"جادو؟" ڈاکٹر نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ "خیر تم فکر نہ کرو۔ مجھے کچھ دن دو۔ میں تمہاری ان Repressed یادداشتوں کو واپس لانے کے لئے ایک کولیگ کی مدد سے کچھ کرتا ہوں۔"

"ارے واہ۔ تمہارے پاس ایسا کون سا جادو ہے جس سے یادداشت واپس آسکتی ہے؟" وہ حیران ہوا تھا۔

"میرے پاس جادو سے زیادہ طاقتور اور موثر چیز ہے۔" ڈاکٹر دین پورے دل سے مسکرایا۔ "اور اسے میڈیکل سائینس کہتے ہیں۔"

☆☆==========☆☆

ویک اینڈ کی شام وان فاتح کی رہائش گاہ کے لونگ روم میں اس وقت رونق سی لگی تھی۔ اشعر اور عصرہ

صوفوں پہ بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ جولیانہ اور سکندر سامنے ٹی وی اونچی آوز سے چلائے ایکس باکس کھیلنے میں مگن تھے۔ ملازمہ چائے اور اسنیکس سرو کر رہی تھی جب فاتح کمرے سے نکلا۔ اس نے پینٹ کے اوپر سفید شرٹ اور ٹائی پہن رکھی تھی اور کف لنک لگا رہا تھا۔ عجلت میں لگتا تھا۔ ایک ملازم ہینگر پہ اس کا کوٹ اٹھائے باہر کی طرف جا رہا تھا۔

"فاتح؟" عصرہ نے مسکرا کے اسے پکارا تو وہ جو کف لنک لگاتے ہوئے الجھ رہا تھا' ہلکا سا مسکرایا۔

"سوری میں آپ لوگوں کو جوائن نہیں کر سکوں گا۔ مجھے ایڈم کی کتاب کی تقریب میں پہنچنا ہے۔"

"او کے۔ کوئی پرابلم نہیں۔" عصرہ مسکرا کے اٹھی اور اس کے سامنے آ رکی۔ پھر بہت محبت سے اس کے کف پہ کف لنک جوڑنے لگی۔

"تھینک یو۔" اس نے عصرہ کو دیکھا تو محسوس کیا کہ وہ تھکی تھکی سی لگ رہی ہے۔ جیسے کوئی انسان اندر سے کھوکھلا ہونے کے باوجود مسکرا اتا رہے۔

"تم ٹھیک ہو؟"

"ہاں۔ مگر یادداشت کمزور ہونے لگی ہے۔ بتانا ہی بھول گئی کہ تالیہ نے سویٹس بھیجی تھیں۔" ماتھے کو چھو کے اس نے ملازمہ کو آواز دی۔ پھر بچوں کو والیوم ہلکا کرنے کا کہا۔ سکندر نے تابعداری سے آواز کم کی تو ذرا خاموشی ہوئی۔ ایسے میں عصرہ کی بات سب گواہوں نے غور سے سنی تھی۔

"تالیہ نے کوکو پھل سے کوئی پیسٹریز بنا کے بھیجی ہیں۔ تمہارے اور میرے لیے۔ ہاؤ سویٹ آف ہر۔"

ملازمہ ایک ٹوکری اٹھا لائی۔ یہ اس ٹوکری جیسی تھی جو فاتح نے تالیہ کے گھر میں دیکھی تھی۔ اس کے اندر بس دو پیسٹریز رکھی تھیں۔ ایک کیرٹ کیک کا ٹکڑا تھا اور ایک چاکلیٹ والی تھی۔ فاتح نے ایک نظر ان کو دیکھا۔

''کوئی خاص وجہ؟''

''وہ ممنون تھی کہ ہم نے اس کے خلاف حکومتی کیس کو مضبوط نہیں ہونے دیا۔'' عصرہ نے کیرٹ کیک کا ٹکڑا خود اٹھالیا اور چاکلیٹ پیسٹری کی طرف اشارہ کیا۔

''کھاؤ نا۔ تمہارے لیے میں نے چاکلیٹ والی رکھی ہے کیونکہ اس میں نٹس ہیں اور تم تو جانتے ہو ڈیئر مجھے نٹس الرجی ہے۔ بلکہ میں نے تالیہ کو بھی بتا رکھا تھا۔ خیر تم لو نا۔'' وہ کیرٹ کیک کھاتے ہوئے غور سے اسے دیکھ

رہی تھی۔ فاتح نے ایک نظر اشعر کو دیکھا جو تالیہ کے ذکر پہ جان بوجھ کے فون پہ مصروف ہو گیا تھا اور پھر اس نے شانے اچکا دیے۔

''ابھی دل نہیں چاہ رہا۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔''

''اس نے اتنے خلوص سے بھیجی ہیں۔ چکھ تو لو۔''

''واپس آ کے۔'' وہ سب کو خدا حافظ کہتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ عصرہ نے کیرٹ کیک کھاتے ہوئے غور سے اسے جاتے دیکھا۔ پھر ملازمہ کو کیک فریج میں رکھنے کی ہدایت کی اور بچوں کو یاد دہانی کروائی۔

''کوئی اس کیک کو ٹچ نہیں کرے گا۔ یہ تالیہ آنٹی نے صرف ڈیڈ کے لیے بھیجا ہے۔ ٹھیک؟''

سکندر نے سر ہلا دیا۔ جولیانہ نے البتہ سنا ہی نہیں۔ وہ اسکرین پہ نظریں گاڑھے کھیلتی رہی۔ عصرہ واپس صوفے پہ جا بیٹھی اور گفتگو کا سلسلہ وہیں سے جوڑنا چاہا البتہ اشعر قدرے خفا ہوا۔

''کاکا.....تم لوگ اس لڑکی سے اب پیچھا چھڑا لو۔ اس پہ کیس چلے گا تو ہم سب بدنام ہوں گے۔''

''نہیں ایش۔'' وہ اداسی سے مسکرائی۔ ''میں اب اس سے پیچھا نہیں چھڑانا چاہتی۔ وہ فاتح سے کبھی دور نہیں جائے گی۔ میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔'' اور وہ سچ کہہ رہی تھی۔ اس نے ہار قبول کر لی تھی۔

وہ تالیہ سے بھی ملے گا اور وہ اسے بتا دے گی کہ وہ پیسٹریز اس نے نہیں بھیجیں لیکن عصرہ کو اس بات کی پرواہ نہ تھی۔ اس کے بچوں اور اشعر نے سن لیا تھا کہ وہ تالیہ نے بھیجی ہیں۔ اتنے گواہ بہت تھے۔

موحد کے چینل کے زیرِ اہتمام ایک مقامی ہوٹل میں ایڈم بن محمد کی پریس سجائی گئی تھی۔ اسٹیج پہ اس وقت میز کے پیچھے خالی کرسیاں رکھی تھیں۔ ان کے عقب میں بڑی اسکرین پہ ایڈم کی کتاب کا سرورق دکھایا جا رہا تھا۔ تقریب شروع ہونے میں ابھی وقت تھا اس لیے اسٹیج خالی تھا اور مہمان ٹولیوں کی صورت کھڑے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ مشروبات سرو کیے جا رہے تھے اور چہ مگوئیاں جاری تھیں۔ ایسے میں گلاس اٹھائے مہمانوں کے درمیان سے گزرتی تالیہ صرف ایک چہرے کو ڈھونڈ رہی تھی جس کو صبح ہی اس نے مدعو کیا تھا اور اسے امید تھی کہ وہ آئے گا۔

اور پھر وہ اسے نظر آ ہی گیا۔ چند لوگوں میں گھرا کھڑا مسکرا کے بات کرتا وان فاتح۔ وہ اکیلا تھا۔ عصرہ ساتھ نہیں آئی تھی۔ تالیہ کو حیرت ہوئی۔ فاتح نے اسے دیکھا تو دوسرے مہمانوں سے معذرت کر کے اس طرف آیا۔ چند قدم وہ چلا۔ چند قدم تالیہ چل کے آئی۔ اسے دیکھ کے وہ جیسے بہت خوش ہوا تھا۔

''مسز عصرہ نہیں آئیں؟''

''نہیں۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ ایڈم کہاں ہے؟''

''وہ بیک اسٹیج ہے۔ اپنی تقریر دہرا رہا ہے۔'' وہ بھی اسے دیکھ کے خوش ہوئی تھی۔ آج اس نے سیاہ اسکرٹ پہ سفید بلاؤز اور سیاہ کوٹ پہنے بالوں کو کھلا چھوڑا ہوا تھا۔ بنا میک اپ کے چہرہ اور اس پہ فاتح کو دیکھ کے آئی مسکراہٹ۔ کیوں اس کو دیکھ کے احساس ہوتا تھا کہ دونوں کے درمیان کوئی تعلق تھا؟ کچھ ایسا جو وہ چاہ کے بھی یاد نہیں کر پا رہا تھا۔

''تھینک یو۔ سویٹس کے لیے۔'' وہ مسکرا کے کہنے لگا تو تالیہ کے ابرو اچنبھے سے اکٹھے ہوئے۔

''سویٹس؟''

"پیسٹریز۔ براؤنیز۔ واٹ ایور۔ مگر اس کی ضرورت نہیں تھی۔"

تالیہ نا سمجھی سے مسکرائی۔ "میں... آئی ایم سوری... واٹ؟"

"بے تالیہ۔" اسے کسی نے پکارا اور وہ ایک منٹ رکو کہنا چاہتی تھی کہ فاتح کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھے تو چونک کے مڑی۔

پراسیکیوٹر احمد نظام تین سوٹ والے افراد کے ساتھ کھڑے تھے۔

"آپ یہاں کیا کہہ رہے ہیں؟" فاتح نے برہمی سے پوچھا۔ احمد نظام نے کاغذ کا ایک ٹکڑا اس کی طرف بڑھایا۔

"ہمارے پاس تالیہ مراد کی گرفتاری کے وارنٹ ہیں۔ بے تالیہ... آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔"

تالیہ بالکل ٹھہر کے ان کو دیکھنے لگی۔ فاتح نے البتہ ناگواری سے کاغذ لیا اور اسے کھول کے دیکھا۔ چونکہ دور

دور تک ٹولیوں کی صورت مہمان بکھرے تھے اس لیے فی الوقت کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"آپ کی انگوٹھی کی فارنزک رپورٹ آ گئی ہے۔ یہ وہی انگوٹھی ہے جو صوفیہ رحمٰن کی ملکیت میں تھی۔"

احمد نظام نے فاتحانہ انداز میں جتایا تو اس نے گہری سانس لی۔

"ٹھیک ہے۔ آپ مجھے گرفتار کر لیں۔ مگر یہ ایڈم کی سب سے بڑی تقریب ہے۔ میں اس کے انٹرویوز مس کر دیتی ہوں۔ میں اس کو مس نہیں کرنا چاہتی۔ آپ تقریب کے اختتام پہ مجھے گرفتار کر لیجیے گا۔" وہ بہت ضبط سے بولی۔

"قانون اندھا ہوتا ہے، بے تالیہ۔"

"مگر آپ کی تو آنکھیں ہیں۔" وہ درشتی سے بولا۔ "اگر تالیہ نے انگوٹھی چرائی ہوتی تو وہ اسے سرِعام پہن کے گھوم رہی ہوتی؟ واٹ ربش۔"

"میں آپ کے ساتھ صرف اتنی رعایت کر سکتا ہوں کہ میں آپ کو کار تک بغیر ہتھکڑی لگائے لے جاؤں تاکہ اطراف کے لوگوں کو فی الوقت علم نہ ہو اور اس نوجوان کی تقریب خراب نہ ہو۔ لیکن اگر آپ مجھے انتظار کروائیں گی تو یہ آفیسرز آپ کو ہتھکڑی لگا دیں گے۔ آگے آپ کی مرضی ہے۔"

تالیہ نے ایک نظر اسٹیج کو دیکھا۔ ایڈم ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ پھر دوسری نظر اس نے اطراف میں ڈالی۔ وہاں اونچے شملے والے شہر کے معززین موجود تھے۔ وہ ان سب کے درمیان بے عزت ہو جائے، یہ اسے گوارا نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔" پھر وہ فاتح کی طرف پلٹی۔ "آپ..."

"ڈونٹ سے آ ورڈ!" اس نے ہاتھ اٹھا کے روکا۔ "اس وقت تمہارے پاس خاموش رہنے کا حق ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ میں کسی وکیل کو بھیجتا ہوں تمہاری طرف۔" وہ فکرمندی مگر سبھاؤ سے کہہ رہا تھا۔ تالیہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"آپ جانتے ہیں میں نے وہ مجسمہ کیوں بنایا تھا؟"

"تالیہ..... شش.."

"بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ مجسمہ شہزادی تاشہ نے وانگ لی کے احترام میں بنایا تھا۔ مگر کچھ لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ شہزادی وہاں وانگ لی کے غلام سے ملنے آتی تھی۔ ایڈم سمجھتا ہے کہ میں نے وہ مجسمہ اس لیے بنایا تھا تاکہ زمین میں خزانہ چھپا سکوں۔ مگر میں نے ان میں سے کسی وجہ کی بنا پہ وہ مجسمہ نہیں بنایا تھا۔" وہ دھیمی آواز میں کہہ رہی تھی۔ نگاہیں اس کی آنکھوں سے نہیں ہٹ رہی تھیں۔ وہ بہت الجھ کے مگر بہت غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اگر آپ اس رات کا راز جاننا چاہتے ہیں تو آپ کو اس مجسمے کو توڑنا ہوگا۔ آپ کو وانگ لی کا مجسمہ توڑنا ہوگا' تو انکو۔ وہ میں نے توڑنے کے لیے ہی بنایا تھا۔"

"تالیہ..." وہ اسے چاہنے کے باوجود بھی نہیں روک سکتا تھا۔

وہ مڑی اور احمد نظام کو اشارہ کیا۔ "چلیں۔ میں آپ کے اندھے قانون کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

انہوں نے سر کو خم دیا اور تالیہ کے ہمراہ آگے بڑھ گئے۔ ان کے ساتھی افسران پیچھے آئے۔

باہر ایک پولیس کار کی بیک سیٹ پہ وہ بیٹھی ہی تھی کہ ایک آفیسر نے درشتی سے اس کی کلائیوں پہ ہتھکڑی لگائی۔ کلک کی آواز سے کڑا بند ہوا تو تالیہ نے ایک نظر اپنی مقید کلائیوں پہ ڈالی۔ اور پھر.. تپش بھری آنکھیں اٹھا کے فرنٹ سیٹ پہ بیلٹ پہنتے پراسیکیوٹر کو دیکھا۔

"میں تم سب کے چہرے یاد رکھوں گی۔ اور ایک دن تمہارے یہی جھکے ہوئے چہرے مجھ سے معافی مانگیں گے۔"

☆☆==========☆☆

(حالم کی اگلی قسط آپ انشاءاللہ 15 ستمبر کو پڑھ سکیں گے۔)